عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۰ | ۲۷ شوال المکرم تا ۳ ذیقعدہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۸ تا ۱۵ جون ۲۰۲۱ء | شمارہ: ۲۲

دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم
امیر الہند حضرت مولانا قاری
سید محمد عثمان منصورپوریؒ
کی رحلت

مسئلۂ فلسطین کے متعلق مذہبی مغالطے

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

قادیانی اپنے کفر وارتداد کی بناپر دائرہ اسلام سے خارج ہیں

س:......کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ قادیانی مرتد، زندیق اور کافر ہیں اور ان سے ہر قسم کے معاملات کرنا ناجائز اور حرام ہیں، لیکن چند امور غور طلب ہیں:۱:...ان کی زمینیں جو مسلمان کاشت کر رہے ہیں، ان سے حاصل شدہ آمدنی پر عشر، زکوٰۃ، صدقۂ فطر، قربانی اور حج کے احکامات جاری ہوں گے یا نہیں؟۔۲:... مذکورہ مسلمانوں سے اجناس، کھاد اور زرعی ادویات کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟۔۳:...اس میں شک نہیں کہ قادیانی اپنی آمدنی کا ۱۰ فیصد حصہ اپنے باطل مذہب کی ترویج پر خرچ کرتے ہیں، اب اگر ان زمینوں کو چھوڑ دیا جائے جو اس وقت ۵۵ ہزار فی ایکڑ ٹھیکہ پر ہے تو وہی زمینیں دوسرے لوگ باہر سے آ کر ۸۰ ہزار فی ایکڑ ٹھیکہ پر لیں گے تو ان کے باطل مذہب کی ترویج پر زیادہ خرچ ہوگا تو اس صورت حال میں ان زمینوں کو چھوڑنا بہتر ہے یا رکھنا؟۔۴:... عرصہ دراز تقریباً ۷۰ سال سے آج تک مزارعہ یا اہل علاقہ میں سے کوئی آدمی بھی مرتد قادیانی نہیں بنا، بلکہ وہاں ختم نبوت کے عنوان پر جلسے ہوتے ہیں اور قادیانیوں کے خلاف فضا قائم ہے۔اب اگر اہل علاقہ سب ان کی زمینیں چھوڑ دیں جو تقریباً ۲۳ مربع یعنی ۱۵۷۵ ایکڑ ہیں تو باہر سے آ کر لوگ کاشت کریں گے تو کیا اس میں لوگوں کے ایمان کے بگاڑ کا زیادہ خطرہ نہیں ہے کہ مقامی لوگوں سے اب خطرہ نہیں؟۔۵:... کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کئی سالوں کا ٹھیکہ پہلے دے چکے ہیں، اب اگر زمینیں چھوڑ دیں تو رقم واپسی کی امید نہیں ہے تو کیا ایسی صورت حال میں مدت کی تکمیل تک زمین کاشت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا اس میں قادیانیوں کا ڈبل فائدہ نہیں ہے؟۶:... بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے قادیانیوں کا لاکھوں روپے ٹھیکہ دینا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ ان مرتدوں اور زندیقوں کا مال ہمارے لئے ہضم کرنا جائز ہے یا پھر ان کو ادا کرنا ضروری ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ صرف ایک مسلمان آدمی قادیانیوں کا وکیل ہے جو یہ سارے معاملات طے کرتا ہے اس ایک آدمی کے علاوہ کسی آدمی کا بھی قادیانیوں سے کسی طرح کا کوئی معاملہ نہیں ہے اور وہ آدمی بھی پکا مسلمان اور نمازی ہے۔

ج:......قادیانی ابھی تک خود کو غیر مسلم اقلیت تسلیم نہیں کرتے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی ریشہ دوانیاں برابر جاری ہیں، جس کا علاج یہی ہے کہ قادیانیوں کو کافر حربی سمجھ کر ان سے مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ اپنے ایک تفصیلی فتویٰ میں جو ”قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ“ کی بابت تحریر فرمایا، اس میں فرماتے ہیں: ”بلاشبہ قرآن کریم کی وحی قطعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ قطعیہ اور امت محمدیہ کے قطعی اجماع سے ثابت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا مدعی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور جو شخص اس مدعی نبوت کی تصدیق کرے اور اسے مقتدا اور پیشوا مانے وہ بھی کافر اور مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کے ساتھ سلام وکلام، نشست وبرخاست اور لین دین وغیرہ تمام تعلقات ختم کر دیں، کوئی ایسا تعلق یا رابطہ اس سے قائم کرنا جس سے اس کی عزت واحترام کا پہلو نکلتا ہو یا اس کو قوت وآسائش حاصل ہوتی ہو جائز نہیں۔ کفار محاربین اور اعدائے اسلام سے ترک موالات کے بارے میں قرآن کریم کی بے شمار آیات موجود ہیں، اسی طرح احادیث نبویہ اور فقہ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں.... پھر مزید فرماتے ہیں کہ یہ مقاطعہ یا بائیکاٹ ظلم نہیں بلکہ اسلامی عدل وانصاف کے عین مطابق ہے، کیونکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کی محاربت اور ایذا رسانی سے محفوظ کیا جائے اور ان کی اجتماعیت کو ارتداد ونفاق کی دست برد سے بچایا جائے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ خود ان محاربین کے لئے بھی اس میں یہ حکمت مضمر ہے کہ وہ اس سزا یا تادیب سے متاثر ہو کر اصلاح پذیر ہوں اور کفر ونفاق کو چھوڑ کر ایمان و اسلام قبول کریں۔ اس طرح آخرت کے عذاب اور ابدی جہنم سے ان کو نجات مل جائے ورنہ اگر مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ ان کے خلاف کوئی تادیبی اقدام نہ کرے تو وہ اپنی موجودہ حالت کو مستحسن سمجھ کر اس پر مصر رہیں گے اور اسی طرح ابدی عذاب کے مستحق ہوں گے۔“ (فتاویٰ ختم نبوت، ج:۲، ص:۴۶۳) اور یہ بائیکاٹ کا طریقہ ہر دور کے مسلمان اصلاح معاشرہ کے لئے اختیار کرتے رہے ہیں۔ (باقی صفحہ 25 پر)

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۰ ۲۷رشوال المکرم تا ۳رذوالقعدہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۸تا۱۵رجون ۲۰۲۱ء شمارہ:۲۲

اس شمارے میں!

.........یورپی پارلیمنٹ کی قرارداد	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
حضرت مولانا قاری سیّد محمد عثمان منصور پوریؒ...	۸	مولانا محمد شکیل منصور قاسمی
مسئلہ فلسطین کے متعلق مذہبی مغالطے	۱۱	ڈاکٹر محمد مشتاق احمد، اسلام آباد
اسلام میں عورتوں کے حقوق (۳)	۱۶	ثروت جمال اصمعی صاحب
عقیدۂ ختم نبوت زندہ باد (۳)	۲۰	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید
مولانا حافظ محمد ریاض درانی، لاہور	۲۴	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بنیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا:۱۰۰ڈالر، یورپ، افریقہ:۸۰ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک:۷۰ڈالر

فی شمارہ ۱۵روپے، ششماہی:۳۵۰روپے، سالانہ:۷۰۰روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون:۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس:۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون:۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ
محمد اعجاز مصطفیٰ

آئینِ پاکستان کے خلاف

یورپی پارلیمنٹ کی قرارداد

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

چندماہ پہلے فرانس کی حکومت کی شہہ پر فرانس میں گستاخانہ خاکے بنائے گئے، پوری مسلم دنیا نے اس پر احتجاج کیا۔ پاکستانی عوام نے حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا کہ حکومتی سطح پر فرانس سے تجارتی تعلقات ختم کیے جائیں اور فرانس کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے اور یہ کہ فرانس کے سفیر کو ملک بدر کیا جائے۔ تحریکِ لبیک پاکستان نے دھرنا دیا، حکومت نے ان سے ۱۶/نومبر ۲۰۲۰ء کو معاہدہ کیا اور یہ معاہدہ موجودہ وزیراعظم کے حکم پر سابق وزیرداخلہ بریگیڈیئر ریٹائرڈ اعجاز شاہ اور وزیر مذہبی امور نورالحق قادری نے کیا کہ ہم فرانس کا معاشی بائیکاٹ کریں گے اور فرانس کے سفیر کو پارلیمنٹ سے منظوری کے بعد ملک بدر کریں گے اور اس کے لئے انہوں نے چندماہ ۱۷/فروری ۲۰۲۱ء تک کی مہلت مانگی، مدتِ معاہدہ مکمل ہونے پر حکومت نے ایک اور معاہدہ کے ذریعہ ۱۷/فروری ۲۰۲۱ء کی ڈیڈلائن میں ۲۰/اپریل ۲۰۲۱ء تک توسیع لے لی۔

دوسرے معاہدہ کی مدت ختم ہونے سے چنددن پہلے تحریکِ لبیک پاکستان کے راہنماؤں کو اندازہ ہوا کہ حکومت دفع الوقتی کی پالیسی پر عمل پیرا ہے اور سفیر کو نکالنے کا اُن کا کوئی ارادہ نہیں، انہوں نے آگاہ کیا کہ اگر حکومت نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا، تو ہم فیض آباد، اسلام آباد میں دھرنا دیں گے اور ہم نے تیاری شروع کردی ہے۔ حکومت نے معاہدہ ختم ہونے سے چنددن پہلے تحریکِ لبیک پاکستان کے سربراہ کو گرفتار کرلیا، ان کے کارکنوں نے اس کے خلاف لاہور میں جگہ جگہ دھرنے شروع کردیئے اور ادھر حکومت ایکشن میں آئی، زبردستی ان کے کارکنوں کو گرفتار کرنا شروع کردیا اور دھرنے میں موجود لوگوں پر پہلے لاٹھی چارج، آنسوگیس اور پھر سیدھی فائرنگ شروع کردی۔ پولیس اور کارکنوں میں تصادم ہوا، دونوں طرف کے کئی لوگ جان سے گئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ حکومت نے تحریکِ لبیک پر پابندی لگاتے ہوئے ان کی پکڑ دھکڑ شروع کردی۔ ادھر وزیراعظم نے قوم سے خطاب کیا اور کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مسئلے کو تمام اسلامی ممالک مل کر اٹھائیں اور یورپ کو باور کرائیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا مسئلہ مسلمانوں کے لئے کتنا حساس ہے، باقی ہم فرانس کے سفیر کو نہیں نکال سکتے، ورنہ یورپی یونین ہمارے ساتھ کاروبار نہیں کرے گا اور ہماری ایکسپورٹ کو نقصان ہوگا۔ دھرنے کے شرکاء پر براہِ راست فائرنگ کی گئی، پورے ملک نے اس عمل کی مذمت کی۔ جمعیت علماء اسلام کے سربراہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب نے رات کو گیارہ بجے ہنگامی کانفرنس بلائی اور اس پر سخت ردِعمل دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے ہم سب تحریکِ لبیک پاکستان کے ساتھ ہیں۔ اگر یہ اسلام آباد آئے تو ہم ان کا استقبال کریں گے اور ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں گے۔ ایک دن پہلے تک جو حکومت بات سننے کے لئے تیار نہیں تھی، اور اس کے وزراء کے تعلّی آمیز اور رعونت کے غماز بیانات آرہے تھے، اس ایک پریس کانفرنس سے ڈھیر ہوگئی اور کل تک جس جماعت پر پابندی لگادی گئی تھی، رات بھر ان کی منت اور خوشامد کرکے ایک بار پھر ان سے مذاکرات کرنے بیٹھ گئی اور مذاکرات کیا ہوئے وہی دفع الوقتی کی پالیسی کہ ہم فرانس کے سفیر کو نکالنے کے لئے قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کریں گے۔

دوسرے دن ہنگامی طور پر قومی اسمبلی کا اجلاس بلالیا گیا، پیپلز پارٹی نے اجلاس کا بائیکاٹ کیا، پی ٹی آئی سے تعلق رکھنے والے ایک ایم این اے نے پرائیویٹ طور پر قرارداد پیش کی، جس میں سفیر کے ملک بدر کرنے کا کوئی ذکر نہیں اور وزیر اعظم نے مغربی میڈیا کو انٹرویو میں کہہ دیا تھا کہ ہم سفیر کو نہیں نکالیں گے۔ یہ قرارداد تو پرائیویٹ ممبر کی ہے، حکومتی پالیسی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور پاکستانی میڈیا پر کہا گیا کہ ہمارا معاہدہ پورا ہوگیا، قرارداد اسمبلی میں آ گئی ہے۔ جمعیت علماء اسلام اور پاکستان مسلم لیگ نے کہا کہ یہ قرارداد ناکافی ہے اور اس میں کافی ابہام ہے۔ حکومتی افراد اور حزبِ اختلاف پر مشتمل کمیٹی بنائی جائے، تاکہ اس قرارداد کو جامع بنایا جائے، لیکن حکومتی بینچوں نے طے کر رکھا تھا کہ اس قرارداد کو پاس نہیں ہونے دینا۔ وہی کیا گیا کہ دو دن کے وقفے کے بعد جاری قومی اسمبلی کے اجلاس کو شور شرابہ کی نذر کرتے ہوئے غیر معینہ مدت کے لئے یہ اجلاس ہی ختم کر دیا گیا۔

دوسری طرف ابھی چند روز ہوئے کہ یورپی یونین نے فرانس کا ساتھ دیتے ہوئے ایک قرارداد ۶ کے مقابلے میں ۶۸۱ ووٹوں سے منظور کی ہے، اور پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ توہین رسالت کا قانون ۲۹۵ بی اور ۲۹۵ سی کو ختم کیا جائے اور اس توہین رسالت کے مقدمہ میں قید شفقت ایمانوئیل اور شگفتہ کوثر کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔ اگر پاکستان توہین رسالت قانون کو ختم نہیں کرتا تو اس قرارداد میں یورپی کمیشن سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ۲۰۱۴ء میں پاکستان کو ''جی ایس پی پلس'' کے تحت دی گئی تجارتی رعایتوں پر فی الفور نظر ثانی کرے۔

پاکستان کی انسانی حقوق کی وزیر محترمہ شیریں مزاری صاحبہ نے اس یورپی پارلیمنٹ کی قرارداد کے ردِ عمل میں ایک ٹویٹ میں کہا ہے کہ: ''یہ بدقسمتی ہے کہ یورپی یونین کی پاکستان مخالف قرارداد کا معاون سپانسر ایک ایسی جماعت کا ممبر ہے، جسے سویڈن کے وزیر اعظم نے ''ایک ایجنڈے والی نیو فاشسٹ پارٹی'' قرار دیا تھا، جس کی جڑیں نازی اور نسل پرستانہ ہیں۔''

واضح رہے کہ یورپی پارلیمان میں پیش کی گئی قرارداد سویڈن سے تعلق رکھنے والے یورپی پارلیمان کے رکن چارلی ویمر نے مرتب کی ہے۔ اس قرارداد پر پاکستان کے دفتر خارجہ کے ترجمان نے یہ بیان دیا ہے کہ:

''اسلام آباد (نمائندہ جنگ) پاکستان نے یورپی پارلیمنٹ کی جانب سے ملک میں توہینِ رسالت کے قانون کے حوالے سے قرارداد کی منظوری پر مایوسی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ یورپی پارلیمنٹ میں ہونے والی بحث پاکستان اور مسلم دنیا میں توہینِ رسالت اور اس سے منسلک مذہبی حساسیت کے صحیح فہم نہ ہونے کی غمازی کرتی ہے۔ دفترِ خارجہ کے ایک بیان کے مطابق ترجمانِ دفتر خارجہ نے جمعہ کو میڈیا کے سوالوں کے جواب میں کہا کہ: پاکستان کے عدالتی نظام اور ملکی قوانین کے بارہ میں غیر ضروری تبصرے پر افسوس ہے۔ ترجمان کا کہنا تھا کہ: پاکستان ایک پارلیمانی جمہوری ملک ہے، جہاں ایک متحرک سول سوسائٹی، آزاد میڈیا اور ایک خود مختار عدلیہ موجود ہیں، جو کہ بلاکسی تفریق ملک کے تمام شہریوں کے بنیادی حقوق کے ضامن ہیں۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ: ہمیں فخر ہے کہ ہماری اقلیتوں کو مساوی حقوق حاصل ہیں اور ان کی بنیادی آزادیوں کے تحفظ کی ضمانت آئین میں دی گئی ہے۔''

(روزنامہ جنگ، کراچی، ۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ، یکم مئی ۲۰۲۱ء)

جمعیت علماء اسلام پاکستان کی معزز رکن نعیمہ کشور نے اس یورپی قرارداد کے خلاف ''کے پی کے'' کی صوبائی اسمبلی میں درج ذیل قرارداد جمع کرائی ہے:

''قرارداد: اس معزز ایوان کی رائے ہے کہ یورپی یونین میں پاس کردہ جانبدارانہ قرارداد کو یہ ایوان مسترد کرتا ہے اور اس قرارداد

کی شدید مذمت کرتے ہیں، کیونکہ اس قرارداد میں ہمارے آئین کے آرٹیکل ۲۹۵سی جو توہینِ رسالت سے متعلق ہے،اس کے خاتمے اور فرانس کے اقدامات یا گستاخی کی تائید کی گئی ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور مسلمانوں کے لئے تمام انبیاء کرام کی ناموس اور آسمانی کتب کا تحفظ عظمتِ ایمان کا حصہ ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کسی ادنیٰ مسلمان کو بھی گوارا نہیں، اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے اور آزادیِ اظہار کی آڑ میں مسلمان اپنے پیغمبر کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر کوئی بھی سمجھوتہ کرنا خلافِ ایمان سمجھتے ہیں۔ یورپی یونین کی یہ قرارداد حقائق سے لاعلمی اور بے بنیاد پروپیگنڈے پر مبنی ہے۔ توہینِ رسالت کے قانون کے خاتمے کے لئے ایک خاص طبقہ روزِ اول سے ایک سازش کے تحت برسرپیکار ہے، جو اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ پاکستان میں اقلیتوں کے مساوی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ کی ضمانت پاکستان کے آئین وقانون میں دی گئی ہے، لہٰذا یہ ایوان مرکزی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ بین الاقوامی کمیونٹی کو آگاہ کرے کہ یورپی یونین اس قرارداد کو فوری واپس لے اور تمام مذاہب کے مقدسات کے لئے عالمی قانون سازی کے لئے کردار ادا کرے، کیونکہ پاکستان مذہبی آزادی اور بین المذاہب ہم آہنگی کے فریضے کے لئے مؤثر کردار ادا کررہا ہے، لہٰذا بین الاقوامی کمیونٹی کو اسلامی فوبیا کے عروج کے اس دور میں نسل پرستی، عدمِ برداشت، مذاہب اور عقیدے کی بنیاد پر تشدد پر اُکسانے کے خلاف مشترکہ طور پر جدوجہد کرنا چاہئے۔

منجانب: نعیمہ کشور ایم پی اے“

اربابِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کی تمام جماعتوں سے ہماری درخواست ہے کہ اس نازک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے کوئی متفقہ لائحہ عمل اختیار کرلیں اور یورپی یونین یا مغربی دنیا کی گیدڑ بھبکیوں سے بالکل نہ ڈریں، بلکہ ان کو صاف اور واضح پیغام دیں کہ ہم اپنے نبی کی حرمت اور تقدس کی قیمت پر آپ سے اقتصادی رابطہ رکھنے اور تجارت کرنے پر ہرگز ہرگز تیار نہیں۔ آپ نے جو معاشی اور تجارتی رعایتیں دی ہوئی ہیں، وہ چاہے آپ بند کردیں، ہم آپ کے مطالبات ماننے کے لئے تیار نہیں، ہم مسلمان ہیں اور مسلمانوں کو قرآن کریم ان حالات میں راہنمائی کرتا ہے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

۱:-”یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ“ (التوبۃ:۲۸)

ترجمہ:”اے ایمان والو! مشرک لوگ (بوجہ عقائد خبیثہ) نرے ناپاک ہیں، سو یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ آنے پاویں۔ اور اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو (تم خدا پر توکل رکھو) تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا (ان کا) محتاج نہ رکھے گا، بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے، بڑا حکمت والا ہے۔“

۲:-”أَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِمَّا یَجْمَعُوْنَ“ (الزخرف:۳۲)

ترجمہ:”کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوت) کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں؟ دنیوی زندگی میں (تو) اُن کو روزی ہم (ہی) نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے، تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (اور عالم کا انتظام قائم رہے) اور آپ کے رب کی رحمت بدرجہا اس (دنیوی مال ومتاع) سے بہتر ہے، جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں۔“ لہٰذا اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے انہیں دوٹوک جواب دیں۔

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ یورپی پارلیمنٹ فرانس کو پابند کرتی کہ تمہاری شرارت کی وجہ سے پوری اسلامی دنیا اضطراب اور کرب میں مبتلا ہے، لہٰذا ان گستاخانہ خاکوں کے بنانے کی بنا پر مسلم دنیا سے معافی مانگیں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کریں۔ اُلٹا یورپی یونین فرانس کے ساتھ کھڑی ہوگئی اور پاکستان سے توہینِ رسالت کے قانون کے خاتمے کے مطالبات بھی شروع ہوگئے اور ساتھ یہ دھمکی بھی کہ ہم تمہاری تجارتی مراعات ختم کردیں گے۔

سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ: ”وَلَنۡ تَرۡضٰى عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ“ (البقرۃ:۱۲۰)

ترجمہ: ”اور کبھی خوش نہ ہوں گے آپ سے یہ یہود اور نہ یہ نصاریٰ، جب تک آپ (خدانخواستہ) ان کے مذہب کے (بالکل) پیرو نہ ہوجاویں۔“

کل تک وزیراعظم عمران خان فرانس کے سفیر کے ملک بدر کرنے کی بنا پر جس معاشی اور اقتصادی مشکلات سے پاکستانیوں کو ڈرا رہے تھے، آج فرانس کے سفیر کو ملک بدر نہ کرنے کے باوجود فرانس نے وہ تمام پابندیاں عائد کردیں اور یہ آخری مطالبہ نہیں، بلکہ شیطان کی آنت کی طرح ان کفار کے مطالبات کی لمبی فہرست ان کے پاس ہے، لہٰذا خودداری اور ملی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں صاف اور دوٹوک جواب دے دیں، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ اس سے آسانیوں کی راہیں کھولے گا۔

پنجاب حکومت کا اسلام کو اسلامیات تک محدود کرنے کا نوٹیفکیشن

سپریم کورٹ نے ۲۰۱۴ء میں اقلیتوں کے مطالبہ پر اسکولوں کے نصابِ تعلیم کے حوالہ سے جناب شعیب سڈل پر مشتمل ایک رکنی کمیشن قائم کرکے رپورٹ اور تجاویز طلب کیں تو انہوں نے اپنی رپورٹ میں تجویز کردیا کہ اسکولوں کے نصابِ تعلیم میں اردو، انگریزی، معاشرتی علوم کی کتب سے حمد، نعت، خلفائے اسلام، تاریخِ اسلام کی نامور شخصیات اور مسلمانوں کے حوالے سے تاریخی حوالہ جات ختم کئے جائیں اور انہیں اسلامیات تک محدود کیا جائے۔ ان مضامین میں اسلامی مواد، مذہبی ہدایت دینے کے مترادف ہے، کسی غیر مسلم کو یہ مواد پڑھنے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ پرائمری نصاب سے ایسے مضامین کا اخراج کیا جائے۔ یہ رپورٹ ابھی سپریم کورٹ میں جمع کرائی ہی تھی اور سپریم کورٹ کے فیصلہ کے بغیر پنجاب حکومت کے ہیومن رائٹس اینڈ مینارٹی افیئرز ڈیپارٹمنٹ کے جاری کردہ مراسلے میں سیکرٹری اسکول پنجاب کو ہدایت کردی گئی کہ وہ ڈاکٹر شعیب سڈل کے ایک رکنی کمیشن کی سفارشات کے مطابق مذہبی مواد نصابی کتب سے خارج کردے۔

اتحادِ تنظیماتِ مدارسِ دینیہ پاکستان نے اس پر شدید احتجاج کیا، قومی اقلیتی کمیشن، اسلامی نظریاتی کونسل اور پنجاب کے متحدہ علماء بورڈ نے اس کو مسترد کردیا، اس لئے گورنر پنجاب اور اسپیکر پنجاب اسمبلی نے اس پر عمل درآمد کو فی الحال رکوادیا ہے۔ اس صورت حال میں اتحادِ تنظیماتِ مدارسِ دینیہ پاکستان کے مقتدر راہنماؤں کا درج ذیل تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

”حال ہی میں سپریم کورٹ کے قائم کردہ ون مین کمیشن نے اپنی رپورٹ جاری کی ہے، پھر اس کی متابعت (Follow Up) میں پنجاب ہیومن رائٹس اینڈ مائنارٹی افیئرز ڈیپارٹمنٹ نے پنجاب کریکولم ٹیکسٹ بورڈ کو ہدایت جاری کی ہے کہ اسلامیات کے علاوہ دیگر مضامین کی نصابی کتب میں حمد، نعت، سیرت النبی اور دیگر دینی موضوعات پر مواد کی اشاعت پر پابندی لگائی جائے، اور پنجاب ہیومن رائٹس کمیشن نے پنجاب کریکولم ٹیکسٹ بورڈ کو یہ ہدایات بھی جاری کردی ہیں کہ اسلامیات کے علاوہ دیگر مضامین کی نصابی کتب سے اسلام کی ان ساری علامات کو نکال دیا جائے۔ یہ ون مین کمیشن

(باقی صفحہ 27 پر)

دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم، امیر الہند حضرت مولانا قاری

سیّد محمد عثمان منصورپوریؒ کی رحلت

مولانا محمد شکیل منصور قاسمی

اس وقت رنج وغم، حزن وملال اور کرب وبلا نے دل کی دنیا میں جو طوفان برپا کر رکھا ہے، اس کی تعبیر تک رسائی سے دست الفاظ دور، بہت دور ہے، کسے معلوم تھا؟ کہ کورونا کی یہ ''آدم خور'' مہاماری اس قدر دلدوز اور جگر سوز ثابت ہوگی کہ قافلۂ علم ومعرفت کی روشن قندیلیں ایک ایک کرکے گل ہوتے چلی جائیں گی؟ دین متین کے پاسبان وجان نثار اس طرح یگانہ ہوتے رہیں گے؟ ہم جیسوں کا مقدر رونا، بس رونا بن جائے گا؟ کیا کبھی کسی کے وہم وگمان میں بھی یہ بات آئی ہوگی کہ عاشقان قرآن وسنت، شیدایان معرفت وطریقت جب جانا شروع کریں گے تو یکے بعد دیگرے جاتے ہی رہیں گے؟ اور خامۂ نارسا کا کام صرف تعزیتی پیغامات قلم بند کرنا اور دل کے نہاخانے میں بھڑکنے والے شعلوں کی حکایت وترجمانی کرنا رہ جائے گا؟ ابھی تو کئی عظیم المرتبت شخصیات پر خامہ فرسائی کے لئے ہاتھ دل سے جدا بھی نہیں ہوئے تھے، کئی محسنین ملت کی یادوں میں اشکہائے چشم کا سیلابی سلسلہ جاری ہی تھا کہ کل روز جمعہ ایک ایسی ''قیامت صغریٰ'' برپا ہوگئی جس نے دل رنجور کو غم واندوہ کے ایسی گہری کھائی میں ڈال دیا جس سے نکلنے کی سبیل سردست مفقود نظر آتی ہے۔ درحقیقت نمونۂ سلف، فدائے ختم نبوت، عاشق قرآن وسنت، قائد قوم وملت، مربی ورہبر، محدث ومفسر استاذ محترم حضرت امیر الہند قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری استاذ حدیث اور کارگزار مہتمم دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیت علمائے ہند کا سانحۂ ارتحال نے ذہن ودماغ پر ایسا لرزہ طاری کردیا کہ یاس وقنوط کے تیر وتار سناٹے نے ہر سمت سے احاطہ کرلیا، توقعات اور تمنائیں خون خون ہوگئیں اور اب ہماری نگاہیں اداسیوں کے بھنور میں پھنسی زندگی کو حسین راہوں سے آشنا کرنے والے کی راہ ڈبڈباتی آنکھوں سے بہت ہی بے صبری کے ساتھ تک رہی ہیں:

لے گیا چھین کے کون تیرا صبر و قرار
بیقراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی

حضرت قاری صاحب قدس سرہ کی شخصیت جامع کمالات تھی، مبدئے فیاض نے انہیں بہت سی امتیازی خوبیوں سے نوازا تھا، ایک طرف ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے وہ پیکر حسن وجمال تھے، تو دوسری جانب ان کا باطن نہایت ہی پاکیزہ اور صاف شفاف تھا، ان کی طالب علمانہ زندگی مثالی تھی، ان کی زندگی کا تربیتی اور تدریسی پہلو بہت ہی دلکش اور حکیمانہ تھا، ان کی رفتار وگفتار سے سنجیدگی، متانت، بلندیٔ اخلاق اور رعب ووقار کے خوبصورت اور حسین فوارے پھوٹتے محسوس ہوتے، اثنائے درس نرم لہجے میں حل عبارت کو ترجیح دیتے، جس سے طلبہ کے لئے نفس عبارت کو سمجھنا بہت آسان ہوجاتا، لاطائل بحثوں، ہوائی تقریروں اور دراز نفس فضول ابحاث کے لئے حضرت قاری صاحب کے دروس میں کوئی گنجائش نہیں تھی، ان کا انداز تربیت بھی بہت نرالا تھا، ایک مرتبہ ہمارے کمرے کے ایک رفیق کی نماز فجر فوت ہوگئی، وہ فجر بعد تک اتفاقاً سوتا رہ گیا، حضرت قاری صاحب نماز فجر پڑھکر دارالاقامہ کا گشت کرتے ہوئے ہمارے کمرے میں آگئے اور اسے سوتا دیکھ لیا، اسے جلدی سے نماز فجر ادا کرنے کی تاکید کرتے ہوئے یہ ڈیوٹی دیدی کہ کل سے نماز فجر سے پہلے ہر روز تم مجھ سے ملاقات کروگے، ہمارے افتاء کے سال بزم سجاد (طلبہ بہار، اڑیسہ، نیپال کی متحرک وفعال انجمن، جس کی صدارت ان دنوں عاجز کے دوش ناتواں پہ تھی) کا سالانہ پروگرام تھا، مشورے سے یہ طے پایا کہ پروگرام حضرت قاری صاحب کی صدارت میں ہونا ہے، ہم تینوں رفقاء (شکیل منصور، شمشیر حیدر اور مرحوم دوست مجتبیٰ حسن) عصر بعد حضرت کے آستانے پر حاضر ہوئے اور اپنی درخواست پیش کی، حضرت نے اپنی شرکت اور صدارت کی منظوری اس شرط پر معلق کردی کہ پہلے پروگرام کی تفصیلات تحریری شکل میں دکھائیں، کل ہوکر ہم پروگرام کے تعلقات سے ایک ایک چیز کی تفصیل

لکھ کر لے گئے حضرت نے سب کو بغور ملاحظہ فرمایا، کچھ ضروری ترمیمات کی طرف اشارے دیے اور اپنی شرکت کی منظوری دیکر ہم طلبا کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

انتظامی امور میں حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی مثال آپ تھے، مفوضہ امور کو نہایت احسن طریقے پرانجام دیتے؛ اس کا حق ادا کر دیتے، حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب قدس سرہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ اہتمام میں جب نیابت اہتمام حضرت کو تفویض کی گئی تو متعدد بار ہم نے یہ مشاہدہ کیا کہ کھانا تقسیم ہوتے وقت حضرت اچانک مطبخ کی طرف تشریف لے آتے اور کھانا لے کر جارہے طالب علم کو روک کر اس کی روٹی اپنے ہاتھ میں لیتے اسے الٹ پلٹ کر دیکھتے کہ جلی کٹی تو نہیں ہے، اور چمچ لیکر شوربہ اور بوٹی کی نوعیت و کیفیت معلوم کرتے پھر مطبخ جا کر باورچیوں کو مناسب مشورے دیتے اور بوقت ضرورت مناسب تفہیم وتادیب فرماتے۔

خبر سن کر مرے مرنے کی وہ بولے رقیبوں سے
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

چند سال قبل جب کارگزار مہتمم بنائے گئے، میں (شکیل منصور قاسمی) نے سورینام سے حضرت کو فون کیا، حضرت کی خدمت میں بصد عجز و نیاز ارمغان تبریک وتہنیت پیش کی، حضرت نے ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا، ابھی دو ماہ قبل کی بات ہے، جمعیت علماء ہند کا ذیلی ادارہ مباحث فقہیہ کے سولہویں فقہی اجتماع کے موقع پر ''مسجد عبدالنبی'' کے سامنے ہم تینوں رفقا کو حضرت سے سلام و مصافحہ کی سعادت ملی، مصافحہ کے بعد ہم نے دست بوسی کا بھی شرف حاصل کیا، ہاتھ تھامے ہوئے میں (شکیل منصور قاسمی) نے عرض کر ڈالا کہ حضرت! جسم مبارک پر کچھ ضعف ونقاہت کے آثار معلوم ہوتے ہیں؟ فرمانے لگے! صحت ہمیشہ یکساں نہیں رہتی، عمر بھی بڑھتی چلی جارہی ہے، اس لئے اس کے آثار تو ظاہر ہوں گے ہی، لیکن اف! نہیں ایسا بھی نہیں، کہ اتنی عمر ہوگئی ہو کہ وہ ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں، اور ہم ان کے سایۂ قیادت وتربیت سے محروم ہوجائیں، مگر ہاں یہ آنے جانے کے وقت و گھڑی کا تعین انسان کے بس میں کہاں ہے، یہاں تو آنے سے پہلے ہی طے ہو چکا ہے ''کل شیئ عندہ باجل مسمی''، اس میں چھوٹا، بڑا، بچہ، بوڑھا یا جوان کی کوئی تخصیص تو ہے نہیں، بس سب کو اسی ''اجل مسمّیٰ'' میں چلے جانا ہے، جس کا علم صرف اور صرف ایک اللہ کو ہے۔

ویراں ہے مے کدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

یوں تو جب تک چرخ کہن سال اپنے اسی موجودہ نظام کے ساتھ باقی ہے، خورشید جہاں تاب کی خوبصورت کرنوں سے دنیا مزین ہوتی رہے گی، سینۂ گیتی پر افراد واشخاص کی آمد ورفت کا سلسلہ بھی جاری رہے گا، ہر خالی ہونے والے عہدے ومنصب کو کوئی نہ کوئی ہستی رونق بخشتی رہے گی۔

یہ نظامِ قدرت ہے، جو ابتدائے آفرینش سے چلا آرہا ہے؛ اس لئے حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہ نے جن جن شعبوں اور میدانوں کو اپنے حسن کارکردگی سے چمکایا اور نکھارا، وہ سب یوں ہی چمکتے اور دمکتے رہیں گے (ان شاء اللہ تعالی)؛ خواہ درس وتدریس کا سلسلہ ہو یا نظم ونسق کا معاملہ، کوچۂ سیادت و قیادت ہو یا میدان تربیت وتزکیہ، دین مبین کی حفاظت وصیانت اور اس کی ترویج واشاعت کا مسئلہ ہو یا فرقۂ باطلہ کی تردید وبیخ کنی کا مرحلہ، افراد سازی کا عظیم ترین دشوار گزار عمل ہو یا خامۂ دربار سے صفحۂ قرطاس کو مزین کرنے کا مہتم بالشان کارنامہ! ہر جگہ، ہر عہدہ، ہر کرسی، ہر میدان کے لئے افراد واشخاص آتے جاتے رہیں گے، یقیناً ان آنے جانے والوں میں بہت سے متنوع خصوصیات وکمالات کے حامل افراد ہوں گے، ان میں سے ہر ایک اپنی خاص شناخت و پہچان سے جانا و پہچانا جائے گا؛ لیکن جن نگاہوں نے حضرت امیر الہند قاری سید محمد عثمان صاحب کو دیکھا ہے، ان کی ہمہ گیر شخصیت کو قریب سے پڑھا ہے، ان کے اوصاف وکمالات کا مشاہدہ کیا ہے، ان کی نگاہ ہر جگہ اور ہر میدان میں ''خصوصیاتِ عثمان'' کو تلاش کرتی پھرے گی؛ کیونکہ:

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

کا مصداق شخص کہاں ہے؟ ہے کوئی جو محبت اور دل سوزی کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں اور نصیحتیں سنانے والا قائد و رہبر کی ہمیں رہبری فرمادے؟

کہاں چلے گئے ہیں ہمارے وہ محسن ومربی حضرت قاری عثمان؟ جن کی شخصیت علامہ اقبال کے اس شعر کی تفسیر تھی کہ:

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

ادارہ مباحث فقہیہ کے سولہویں اجتماع کی آخری نشست میں نرم دم گفتگو گرم دم جستجو کا حامل

فصیح اللسان وبلیغ المرام ملت کا یہ قائد ومحسن جب نہایت ہی پُر درد اور رقت آمیز لہجہ میں وارثان انبیاء سے ہم کلام تھا تو بعض روشن دل رفقا کو یہ انکشاف ہو رہا تھا کہ ”کن خطاب مودّع“ آہ! حضرت کا وہ خطاب بھی کیسا نرالا تھا؟ جس میں گویا کہ کنواں خود ہی پیاسوں کو دعوت دے رہا تھا کہ آؤ اپنی تشنگی بجھالو، رخصتوں پر عمل کر کے تم ”آرام پسند، سہل انگار وتن آساں“ بن چکے ہو، آرام وراحت نے نفس کے ہاتھوں تمہیں ہلاکت وتباہی کے گڑھے تک پہنچادیا، مصلحت آمیزی نے تم سے ہمت وشجاعت کا جوہر چھین لیا، خدارا غفلت وکسل مندی کی راہ کو چھوڑو! میدان عمل میں آؤ، اپنے ان بزرگوں کے حالات کا مطالعہ کرو، جنہوں نے عزیمت کی راہ اختیار کر کے بڑی سے بڑی طاقتوں کو ملیامیٹ کر دیا، جن کے بلند حوصلوں کے سامنے فرعونیت وقیصریت کی فلک بوس عمارتیں زمین دوز ہوگئیں۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل دردمند سے نکلنے والے وہ کلمات ہمارے دلوں میں پیوست ہوتے چلے گئے، جس نے ہمارے احساسات کے تاروں کو چھیڑ دیا، ہمارے خوابیدہ ضمیروں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا اور ہم وہاں سے اس حال میں لوٹے کہ ہمارے اندر یقین محکم عمل پیہم اور محبت فاتح عالم کا جذبہ موجزن تھا، مگر آہ!

کس سے دہرائیں فسانہ غم دل کا عاجز
سننے والوں سے زیادہ ہیں سنانے والے
عاجز کہ جسے چین نہ تھا بستر گل پر
اب چھوڑ کے سب راحت وآرام پڑا ہے

مخدوم مکرم حضرت مولانا سید قاری محمد عثمان صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے خداداد ملکہ سے ایک جہان کو بنایا، سنوارا، سجایا اور چمکایا؛ لیکن سایۂ پدری میں پروان چڑھنے والے ان کے دونوں صاحبزادگان (گرامی قدر عالی مرتبت حضرت مولانا ومفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری اور رفیق مکرم حضرت مولانا مفتی سید محمد عفان منصور پوری نے والد محترم کی خوبیوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں بھائیوں کو ہر طرح سے صحت وسلامتی عطا فرمائے اور اپنے والد محترم کے روشن کردار اور ان کی پاکیزہ روایتوں کا امین وترجمان بنائے، آمین۔

حضرت امیر الہند رحمہ اللہ کی رحلت کا صدمہ صرف ان کے خانوادے، دارالعلوم دیوبند یا جمعیت العلماء کا تنہا صدمہ نہیں، پورے علماء دیوبند اور ملی تنظیموں کا اجتماعی صدمہ ہے، وہ صرف مادر علمی یا جمعیت کا متاع گراں مایہ نہیں؛ بلکہ پورے حلقہ دیوبند کا قیمتی سرمایہ تھے، ان کی وفات حسرت آیات ہم تمام کے لئے بڑا خسارہ ہے، ہم سب ایک دوسرے کی طرف سے تعزیت مسنونہ کے مستحق ہیں، ہاں! ان کی رحلت بالخصوص جمعیت علمائے ہند اور دارالعلوم دیوبند کے لئے عالم اسباب میں بظاہر ناقابل بھرپائی خلاء ہے؛ کیونکہ ان کی وفات سے ان دو اداروں نے اپنا ایک بے لوث ووفا شعار ہشت پہل ہیرا کھو دیا ہے، جس پہ ہم حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کے خانوادے کے ساتھ جمعیت العلماء کے ذمہ داران اور مادر علمی کے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی کو سب سے زیادہ خصوصی تعزیت وتسلی کا مستحق سمجھتے ہیں اور انہیں بطور خاص تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جمعیت العلماء اور دارالعلوم دیوبند کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، اور لواحقین، محبین، منتسبین ومعتقدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مردم شماری: مسلم آبادی میں اضافہ، ہندوؤں کی تعداد بھی بڑھی
1998ء کے مقابلے میں مسیحیوں اور قادیانیوں کی تعداد میں کمی واقع ہوئی

کراچی (رپورٹ عبدالجبار ناصر) چھٹی مردم شماری کے اعداد وشمار سے معلوم ہوا ہے کہ 1998ء سے 2017ء تک پاکستان میں ہندو اور مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے جبکہ مسیحیوں، قادیانیوں اور دیگر اقلیتوں کی آبادی میں کمی واقع ہوئی ہے۔ محکمہ شماریات نے اپنی تازہ رپورٹ میں مذہب کے حساب سے آبادی افراد کی تعداد کی بجائے صرف فیصد میں ظاہر کی ہے، جبکہ 1998ء کی رپورٹ میں یہ تعداد افراد کے حساب سے تھی۔ 1998ء میں پاکستان بھر میں مسلمانوں کی آبادی 96.28 فیصد تھی جو چھٹی مردم شماری میں 96.47 فیصد ہوگئی۔ ملک بھر میں ہندوؤں کی آبادی 1.84 فیصد سے بڑھ کر 2.14 فیصد ہوگئی ہے۔ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق قادیانی آبادی 0.21 فیصد تھی جو 2017ء کی مردم شماری میں کم ہو کر 0.09 رہ گئی ہے۔ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق ملک بھر میں 286212 قادیانی تھے۔ 2017ء کی مردم شماری میں یہ تعداد 448600 ہونی چاہئے تھی مگر کم ہو کر 187000 رہ گئی ہے۔ مسیحیوں کی آبادی 1.58 فیصد سے گھٹ کر 1.27 فیصد رہ گئی ہے۔ (روزنامہ دنیا کراچی، ۲۹ مئی ۲۰۲۱ء)

مسئلہ فلسطین کے متعلق مذہبی مغالطے

ڈاکٹر محمد مشتاق احمد، اسلام آباد

پہلا مغالطہ:

"قرآن مجید میں مسجدِ اقصیٰ سے مراد مدینہ منورہ ہے":

یہ مغالطہ کہ سورۂ بنی اسرائیل میں مسجدِ اقصیٰ سے مراد مدینہ منورہ اور اسراء سے مراد سفرِ ہجرت ہے، کوئی نیا مغالطہ نہیں ہے۔ پرویز اور دیگر منکرینِ حدیث ایسے شوشے پہلے بھی چھوڑتے رہے ہیں۔ اس طرح کے مغالطوں کے جواب میں سب سے پہلے یہ بات صاف کرنی چاہئے کہ ایسی بات کرنے والا مسلمان ہے یا غیر مسلم؟ یہ بات صاف کرنی اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان سے بحث اور طریقے سے ہوتی ہے اور غیر مسلم سے اور طریقے سے۔

مسلمان یہ مانتا ہے اور اس کا عقیدہ ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کا سلسلہ جاری کیا کیونکہ انبیاء ورسل کے بغیر انسان ہدایت نہیں پاسکتا تھا۔ وہ یہ بھی مانتا ہے اور اس کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور آپ کی لائی ہوئی ہدایت تاقیامت محفوظ رہے گی۔ ان دونوں باتوں کا لازمی نتیجہ یہ ماننا ہے کہ امت کا متوارث علم اور فہم غلط نہیں ہوسکتا؛ یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ قرآن کا متن تو محفوظ رہے لیکن مسلمانوں سے اس کا مفہوم گم ہو جائے اور پھر صدیوں بعد کہیں وہ اصل مفہوم دوبارہ دریافت کیا جائے۔

چنانچہ کسی مسلمان کے لئے یہ ماننے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ جسے امتِ مسلمہ ہمیشہ سے مسجدِ اقصیٰ کہتی اور مانتی آرہی ہے، وہی مسجدِ اقصیٰ ہے۔ اگر کوئی شخص امت کے اس متوارث فہم کو غلط کہہ رہا ہے، تو بارِ ثبوت اسی پر ہے؛ یعنی ہم سے یہ مطالبہ ہی غلط ہے کہ ہم ثابت کریں کہ مسجدِ اقصیٰ کو ہم مسجد اقصیٰ کیوں کہتے ہیں؟ اس کے برعکس مطالبہ اس سے کیا جائے گا کہ وہ ثابت کرے کہ اسے مسجدِ اقصیٰ کیوں نہ کہا جائے؟ اور ایسا ثابت کرنے کیلئے اسے یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ امت کا یہ متوارث فہم کب سے غلط ہوا؟ کہاں امت کو ٹھوکر لگی اور کیوں؟ آخر کیا وجہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کثیر تعداد میں صحابہ کی موجودگی میں شام کا سفر کرنا پڑا اور وہاں پورے اہتمام سے مسجد آباد کرنی پڑی؟ آخر کیوں امویوں کو وہاں مسجد بنانی پڑی؟ آخر کیوں امت مسلسل اسے مسجدِ اقصیٰ اور قبلۂ اول کہتی اور مانتی آئی؟ وغیرہ۔

اس اصولی بات، اور Frontal Attack کے بعد چند نکات کی طرف توجہ کیجئے تاکہ کسی قسم کا شبہ باقی ہی نہ رہے۔

1۔ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں المسجد الاقصیٰ کی صفت یہ ذکر کی گئی ہے:

"الذی بارکنا حولہ" (جس کے اردگرد کو ہم نے برکت بخشی)

یہ ترکیب قرآن کریم میں چار مزید مقامات پر استعمال ہوئی ہے اور ہر جگہ صرف ایک ہی سرزمین کے لئے استعمال ہوئی ہے، یعنی بلاد الشام۔

الف۔ چنانچہ سورۃ الاعراف میں فرمایا گیا کہ فرعون کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں سکونت کی توفیق دی گئی جس کے اردگرد کو اللہ تعالیٰ نے برکت بخشی ہے:

"وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا....." (آیت 137)

ب۔ اسی طرح سورۃ الانبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ظالم قوم سے نجات دلا کر اس سرزمین میں لے گیا جس میں اس نے سب جہانوں کے لئے برکتیں رکھی ہیں:

"وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ۔" (آیت 71)

(نوٹ: اس آیت میں للعٰلمین پر نظر رہے اور اس پر بھی نظر رہے کہ اس سورت کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعٰلمین قرار دیا گیا ہے۔ یعنی یہ سرزمین تو عالمین کے لئے برکت

ہے اور آپ عالمین کے لئے رحمت ہیں!)

ج۔ اسی سورۃ الانبیاء میں آگے حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہوائیں یوں مسخر کی تھیں کہ وہ ان کے حکم پر اس سرزمین کی طرف چلتی تھیں جس میں اللہ نے برکتیں رکھی ہیں:

”وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا...“ (آیت 81)

د۔ سورۂ سبا میں اس سرزمین کی ایک اور واضح نشانی یوں بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قومِ سبا کے مسکن (یمن) اور برکت والی سرزمین کے درمیان سرِ راہ بستیاں آباد کیں اور سفر کی منزلیں ٹھہرادیں:

”وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ“ (آیت 18)

ان چاروں مقامات پر جس طرح اس سرزمین سے مراد بلاد الشام اور فلسطین کا علاقہ ہے، اسی طرح سورۂ بنی اسرائیل میں بھی المسجد الاقصیٰ الذی بٰرکنا حولہ سے مراد بھی وہی مسجد ہے جو اس علاقے میں تھی۔

2۔ اس کے علاوہ اسراء اور معراج کے متعلق صحیح احادیث بھی بکثرت موجود ہیں اور ان کی موجودگی میں کسی شبہے کے لئے کوئی گنجائش باقی ہی نہیں رہتی۔

3۔ سورۂ بنی اسرائیل میں آگے مسلسل جس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ تفصیلی بحث ہوئی اور ان پر شدید تنقید کی گئی ہے، وہ اس حقیقت کے لئے مزید دلیل بن جاتی ہے۔

4۔ یہ کوئی سوال نہیں ہے کہ اس وقت مسجد تھی ہی نہیں تو اسے مسجد کیوں کہا گیا؟ ایک تو قرآن کریم میں مسجد کا لفظ صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کے لئے ہی نہیں آیا، بلکہ کئی مقامات ایسے ہیں جہاں یہ محض عبادت گاہ کے مفہوم میں ہے، خواہ وہ عبادت گاہ کفار کے کنٹرول میں ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں، جہاں تقابل کے لئے کئی الفاظ آئے ہیں، تو اس ایک مقام پر یقیناً مساجد سے مراد مسلمانوں ہی کی مساجد ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ یہود و نصاریٰ میں کفر، شرک یا بدعات تو بعد میں آئی ہیں اور اصلاً تو یہ مسلمان ہی تھے اور ان کی عبادت گاہیں اصلاً مساجد ہی تھیں۔ اسی لئے اسی سورۂ بنی اسرائیل میں اس آیت سے صرف 5 آیات کے بعد آیت 7 میں اسی مقام کو، یعنی یہود کی عبادت گاہ کو، مسجد کہا گیا ہے:

”وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ“

(تاکہ وہ اس مسجد میں فاتحانہ داخل ہوں، جیسے وہ پہلی دفعہ داخل ہوئے تھے۔)

اگر اس آیت میں مسجد سے مراد وہ ہیکل ہے جو فلسطین میں تھا، اور یقیناً وہی مراد ہے، تو 5 آیات پیچھے اسی سورۃ کی پہلی آیت میں اسی مقام کو مسجد کہنے پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟

باقی رہا یہ سوال کہ یہ مسجد کب بنی اور کب اس نے قبلے کی صورت اختیار کی، تو اس پر ہم اگلی قسط میں گفتگو کریں گے، ان شاء اللہ۔

دوسرا مغالطہ:

”مسجدِ اقصیٰ تو کبھی قبلہ رہا ہی نہیں“:

جب ایک دفعہ یہ دکھایا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ معراج جس مسجدِ اقصیٰ سے شروع ہوا تھا وہ بیت المقدس ہی ہے، تو اس کے بعد دوسرا مغالطہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا مرکز کعبہ تھا، تو بیت المقدس کب مرکز بنا اور کیسے قبلہ کہلایا؟ اس سوال سے مقصود یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ بیت المقدس تو کبھی مسلمانوں کا قبلہ رہا ہی نہیں اور یہ کہ اس سلسلے میں مسلمانوں کی روایت اور تاریخ کو غلط ثابت کر کے قرآن کریم کی من مانی تاویل کے لئے گنجائش پیدا کی جائے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا مرکز کعبہ تھا، تو قرآن وسنت کے ماننے والوں کے لئے تو یہ ایک مسلّم حقیقت ہے۔ البتہ یہ سوال کہ بنی اسرائیل کا تعلق کب کعبہ سے ٹوٹ گیا، دراصل بنی اسرائیل کی کتبِ مقدسہ اور ان کی تاریخ سے ناواقفیت کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ اصل حقیقت تک رسائی کے لئے درج ذیل نکات پر غور کریں:

1۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے اور آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ بنی اسرائیل آپ کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ بائبل سے معلوم ہوتا ہے اور قرآن کریم کے اشارات اور احادیث کی تفصیلات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ کنعان (فلسطین) میں مقیم تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ میں آباد ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد سمیت مصر ہجرت کر گئے جب آپ کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو وہاں اقتدار نصیب ہوا۔ اس کے بعد اگلے تقریباً پانچ سو

سال تک بنی اسرائیل مصر میں مقیم رہے۔ ابتدائی کچھ عرصہ خوشحالی کا تھا لیکن مصری نسل پرست گروہ کی حکومت آ گئی اور ان کے بادشاہوں (فرعونوں) نے بنی اسرائیل پر مظالم ڈھانے شروع کئے۔ انہی مظالم کے دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور پھر اس وقت کے فرعون کے ساتھ آپ کی کشمکش ہوئی۔ اس کشمکش کے دور میں بنی اسرائیل میں اجتماعی نظم پیدا کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ مصر میں عبادت کے لئے کچھ گھروں کو خاص کر دیں اور اپنے گھروں کو قبلے کی حیثیت دے دیں۔

"وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ"

(سورۂ یونس، آیت 87)

بائبل میں موجود اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبلے کا رخ بہر حال کعبہ ہی کی طرف بنتا تھا۔

2۔ پھر جب بنی اسرائیل نے مصر سے ہجرت کی اور انہیں مقدس سرزمین میں داخلے کا حکم دیا گیا، تو انہوں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا اور جہاد سے گریز کی راہ اختیار کی۔ اس پر انہیں چالیس سال تک صحرانوردی کی سزا سنائی گئی۔ اس صحرا نوردی کے دوران میں بھی اجتماعیت برقرار رکھنے کے لئے مرکزی خیمہ ہوتا تھا اور اس خیمے کی تفصیلات جس طرح بائبل میں دی گئی ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا رخ کعبے کی طرف ہوتا تھا۔

3۔ جب بالآخر بنی اسرائیل بلاد الشام میں داخل ہو گئے، تو اگلی کئی صدیوں تک ان کے ہاں کوئی ایسی مرکزی عبادت گاہ نہیں ہوتی تھی جسے قبلے کی حیثیت حاصل ہو، تا آنکہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان اور بے مثال اقتدار بخشا، تو آپ نے فلسطین میں بڑی عبادت گاہ بنائی جسے ہیکل یا مقدِس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (ہیکل سے اس کے Grandeur اور مقدِس سے اس کی Sanctity کا اظہار ہوتا ہے۔ اردو ترجمے میں کیتھولک بائبل میں ہیکل اور پروٹسٹنٹ بائبل میں مقدِس کے لفظ کو ترجیح دی گئی ہے) بائبل میں موجود تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرکزی عبادت گاہ کی تعمیر کے وقت بھی اس امر کو یقینی بنایا گیا کہ اس کا رخ کعبے کی طرف ہو۔

4۔ انبیائے بنی اسرائیل کے کئی صحف میں، یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور میں بھی مکہ مکرمہ اور حج بیت اللہ کی حسرت یا اس کی عملاً ادائیگی کا ذکر ملتا ہے۔

5۔ جب مزید تقریباً 3 صدیوں بعد چھٹی صدی قبل از مسیح میں بخت نصر نے فلسطین پر حملہ کیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے تعمیر کردہ ہیکل / مقدِس کو ڈھا دیا اور یہود کو غلام بنا کر بابل لے گیا، تو یہ یہودی کی تاریخ میں ایک Turning Point تھا۔ ہیکل / مقدِس کی یاد اور واپس فلسطین جا کر اسے آباد کرنے کی خواہش نے اب یہودیت میں مرکزی حیثیت اختیار کر لی۔ یوں کہیں کہ اب ہیکل / مقدِس ان کا قبلہ ہو گیا! تلمود بھی اسی دور میں لکھی جانے لگی اور "یہودیت" نامی مذہب کی تشکیل بھی اسی دور میں ہوئی۔

6۔ البتہ یہ یاد رہے کہ بہت پہلے سے بنی اسرائیل میں ایک اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی رہی جو مرکزی عبادت گاہ کی تعمیر کے خلاف رہے اور اس کی تعمیر کے بعد بھی اس سے الگ تھلگ رہے۔ (سامری فرقہ اس کی ایک مثال ہے۔) بابل جلاوطنی کے دور میں بھی یہود میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی رہی جو ہیکل/مقدِس اور فلسطین کے ساتھ جذباتی وابستگی نہیں رکھتے تھے اور اپنی نئی حالت پر راضی تھے، یا نئے امکانات اور نئی دنیاؤں کی تلاش میں تھے۔ ایسے لوگ دنیا کے مختلف خطوں میں پھیل گئے۔ لیکن بہر حال یہود میں اکثریت کا تعلق ہیکل/مقدِس اور فلسطین کے ساتھ جڑا رہا۔ تقریباً سو سال بعد جب انھیں واپس فلسطین میں آباد ہونے کا موقع ملا، تو ان کی بڑی تعداد واپس ہجرت پر آمادہ ہو گئی اور بڑی مشکلات کے بعد بالآخر وہاں سکونت اختیار کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ ایک دفعہ پھر ہیکل/مقدِس کی تعمیر بھی کی گئی اور اب یہی ان کا مرکز قرار پایا۔

7۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو یہ اسی دوسرے ہیکل/مقدِس کا دور تھا اور آپ کے متعلق انجیلوں میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ آپ نے ہیکل/مقدِس کی تباہی کی پیش گوئی بھی کی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو دنیا تک پہنچانے کی ذمہ داری ان سے لے کر ایک اور قوم کے سپرد کی جائے گی جب آخری نبی آئیں گے۔ آپ نے ان آخری نبی کا نام "احمد" بھی بتا دیا تھا اور ان کو "کونے کا پتھر" قرار دیا تھا، وہ پتھر جس کے بغیر عمارت ادھوری رہتی ہے اور جب وہ لگا دیا جائے تو عمارت پوری ہو جاتی ہے۔ (یہ "ختم نبوت" کی کتنی پیاری تمثیل ہے! یہیں سے انگریزی میں Cornerstone کی ترکیب

پیدا ہوئی ہے)۔حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی دعوت کے آخری دنوں میں ہیکل/مقدس میں جا کر وہاں جاری بے ہودگیوں سے ہیکل/مقدس کو صاف کرنے کی کوشش کی اور یہود کے احبار و رؤسا سے کہا کہ تم نے خدا کے گھر کو ناپاک کردیا ہے۔رومیوں نے 70ء میں دوبارہ ہیکل/ مقدس کو ڈھادیا، البتہ اس کی ایک دیوار کا کچھ حصہ باقی رہا، جسے یہود دیوارِ گریہ کہتے ہیں۔ یہی دیوارِ گریہ بعد کے یہود کے لئے قبلے کی حیثیت اختیار کر گیا اور ابھی تک اسے یہ حیثیت حاصل ہے۔

تیسرا مغالطہ:

”مسجدِ اقصیٰ تو یہود کا قبلہ ہے، مسلمانوں کا اس سے کیا تعلق“:

جب یہ بتایا جائے کہ بیت المقدس یہود کا قبلہ رہا ہے، تو مغالطے پھیلانے والے اس کے بعد پلٹ کر، بلکہ پینترا بدل کر، سوال کرتے ہیں کہ یہ تو یہود کا قبلہ اور مرکز ہے، مسلمانوں کا اس سے کیا لینا دینا؟

اس مغالطے کا جواب تو بہت سیدھا سادہ ہے۔قرآن کریم نے مسلمانوں کو کہا ہے کہ اہلِ کتاب، یہود و نصاریٰ، سے کہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت ان کی نسل میں آنے والوں سے زیادہ ان لوگوں کو حاصل ہے جنھوں نے ان کی اتباع کی، یعنی یہ نبی اور ان پر ایمان لانے والے!

”إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔“

(آل عمران، آیت 68)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودِ مدینہ کو عاشورا کا روزہ رکھتے دیکھا، تو فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہماری نسبت ان سے زیادہ گہری ہے۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو عاشوراء کا روزہ رکھنے کا کہا اور پھر یہود سے الگ حیثیت برقرار رکھنے کے لئے اس سے آگے پیچھے روزے کو بہتر قرار دیا۔اسی نسبت سے مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کئی مہینوں تک بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے رہے، حالانکہ دل میں کعبے کی سمت نماز پڑھنے کی خواہش تھی اور معلوم بھی تھا کہ ملتِ ابراہیمی کی تجدید کے لئے ایک اہم حکم، یعنی کعبے کی بحیثیت قبلے بحالی کے حکم کے لئے کسی بھی وقت وحی آسکتی ہے۔ چنانچہ بار بار آسمان کی طرف بھی دیکھتے تھے، یہاں تک کہ خوش خبری آن پہنچی:

”قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ۔“

(البقرۃ، آیت 144)

اس پر توجہ کیجئے کہ اس سے ماقبل آیت میں کہا گیا ہے کہ اس وقت تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ تھا:

”سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا۔“

(البقرۃ، آیت 142)

اس لئے جو لوگ اگلی آیت میں وما انت بتابع قبلتهم دیکھ کر کہتے ہیں کہ قرآن نے تو اسے اہلِ کتاب کا قبلہ کہا ہے، نہ کہ مسلمانوں کا، وہ ادھوری بات بتا رہے ہیں۔ پوری سچائی یہ ہے کہ کئی صدیوں سے کعبے سے تعلق ٹوٹ جانے کے بعد اہلِ کتاب نے بیت المقدس کو قبلہ بنالیا تھا، لیکن یہ بیت المقدس کچھ عرصہ تک مسلمانوں کا بھی قبلہ رہا، جب تک مسلمانوں کو کعبے کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

اس موڑ پر آکر پھر یہ مغالطے پھیلانے والے ایک اور پینترا بدل کر سوال اٹھاتے ہیں کہ یہ قبلہ تو منسوخ ہوچکا، تو اب مسلمانوں کا اس سے کیا تعلق؟ ان سے جوابی سوال کریں کہ قرآن کریم نے ابتدائی دور میں کئی احکام دیے، جو بعد میں تبدیل یا منسوخ ہوئے، تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ ان احکام یا ان آیات سے ہمارا کیا تعلق؟ پھر انھیں اوپر والی بات یاد دلائیں کہ بیت المقدس میں بہت سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے عبادت کی ہے اور وہ انبیاء کرام ہمارے انبیاء کرام ہیں، بنی اسرائیل سے زیادہ ان پر ہمارا حق ہے۔ مزید ان کو یاد دلائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء اور معراج کے سفر میں اس مقدس مقام کی کیا حیثیت ہے؟ پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور بعد کے مسلمانوں نے اس کے ساتھ کیسا تعلق جوڑا اور 14 صدیوں تک مسلسل برقرار رکھا، یہاں تک کہ جب درمیان میں صلیبیوں نے اس پر قبضہ کیا تو مسلمانوں نے اس قبضے کو تسلیم نہیں کیا اور اس وقت تک مزاحمت اور جہاد کا سلسلہ جاری رکھا جب تک اسے واپس چھڑا نہ لیا۔

آخری بات یہ یاد دلایئے کہ صلاح الدین ایوبی کے بعد سے پچھلی صدی میں انگریزوں کے قبضے تک یہ پوری سرزمین مسلسل مسلمانوں کے پاس رہی اور خصوصاً بیت المقدس پر مسلمانوں کا

کنٹرول رہا، بلکہ انگریزی قبضے اور ناجائز اسرائیلی ریاست کے قیام کے بعد بھی مسلمانوں نے بیت المقدِس کو ان کے لئے نہیں چھوڑا، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر انہیں یہ حقیقت یاد دلایئے کہ 1967ء کی جنگ میں اسرائیل نے بہت سارے علاقے ناجائز قبضے میں لے لئے لیکن مسلمانوں نے بیت المقدِس پھر بھی نہیں چھوڑا اور آج بھی اس کا انتظام اردن کی وزارتِ اوقاف کے ماتحت ہے۔

یہ تاریخی حقائق ان کو یاد دلا کرانھیں بتایئے کہ یہ سوال ہی غلط ہے کہ قبلہ منسوخ ہوا تو مسلمانوں کا اس سے کیا تعلق؟ مسلمانوں کا تعلق تو اس کے ساتھ چودہ صدیوں سے مسلسل بلاانقطاع جاری رہا ہے۔ اس وقت سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو 2 ہزار سال قبل اس سرزمین سے رومیوں نے نکالا تھا اور اس کے بعد ان کا اس سرزمین پر کبھی تسلط نہیں رہا، وہ ان لوگوں کے حق کی نفی کیسے کرسکتے ہیں جن کا اس سرزمین کے ساتھ بلاانقطاع تعلق چودہ صدیوں سے جاری ہے اور جنہوں نے اس عبادت گاہ کی حفاظت مسلسل جان ومال اور عزت وآبرو کی قربانیاں دے کر کی ہے!

جب اس مغالطے کی حقیقت واضح ہو جائے، تو پھر ایک اور زاویے سے حملہ کیا جاتا ہے۔ اب اس موڑ پر یہ نکتہ اٹھایا جاتا ہے کہ یہ سرزمین تو اللہ تعالیٰ نے یہود کے لئے لکھ لی ہے اور ان کو میراث میں دے دی ہے، اور اس وجہ سے مسلمانوں کو چاہئے کہ یہود کو ان کا حق دے دیں۔ اس رائے کا بے بنیاد ہونا تو بالکل ہی واضح ہے لیکن تھوڑی سی تفصیل ہم اگلی قسط میں دیں گے، ان شاءاللہ۔ (جاری ہے)

مناظر اسلام مولانا محمد رمضان نعمانیؒ

.... مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء میں جن علماء کرام نے فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ سے قادیانیت پر تربیت حاصل کی۔ ان میں مولانا نعمانی کے ساتھ مجھے بھی تین ماہ دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں گزارنے کا موقع ملا۔ موصوف جہرالصوت تھے۔ ہمیں قدیم دفتر میں تہہ خانہ (بیسمنٹ) میں رہائش ملی ہوئی تھی۔ بیسمنٹ کے اوپر کمرہ مناظر اسلام مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کا تھا۔ مولانا اشعرؒ موصوف کو آواز کا والیم کرنے کا حکم فرماتے۔ استاذ محترم فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ کا پسندیدہ موضوع رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام تھا۔ ہم سب شرکاء کو اس پر بھرپور تیاری کا حکم فرماتے۔ راقم کی شروع زمانہ تعلیم سے عادت ہے کہ میں اساتذہ کرام کے اسباق کے نوٹس لیتا رہا ہوں، لیکن مولانا نعمانی اپنی خداداد ذہانت کی وجہ سے نوٹس لینے کی زحمت گوارا نہ کرتے۔ آپ نے دیگر فرقوں کے عقائد ونظریات پر بھرپور تیاری کی اور اپنے تیز ترین والیم کی وجہ سے ایڑیاں اٹھا اٹھا کر فریق مخالف کو چیلنج دیتے۔ کتاب بینی اس زمانہ میں ان کا محبوب مشغلہ تھا اور انہوں نے اس سلسلہ میں ہزاروں کتابیں جمع کیں۔ کتاب پڑھنا اور حوالہ لگانا اور بوقت ضرورت حوالہ کو عوام کی عدالت میں پیش کرنا ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ ایک مرتبہ مرکزی جامع مسجد (لال مسجد) اسلام آباد کے سابق خطیب مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ کسی جلسہ میں اکٹھے ہوگئے۔ جلسہ سے فراغت کے بعد ان سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے کہ تمہارے احمد پور شرقیہ کے ایک خطیب کا اعلان ہوا تو مجمع نے نعروں کی گونج میں ان کا استقبال کیا اور فرمانے لگے کہ بیان کے دوران جب وہ ایڑیاں اٹھا کر اپنے مدمقابل کو چیلنج کرتے تو وہ کیفیت قابل دید ہوتی۔ کورس سے فراغت کے بعد وہ تنظیم اہلسنت میں شامل ہوگئے اور مناظر اعظم بلکہ استاذ المناظرین حضرت علامہ عبدالستار تونسویؒ نے ان کے مناظرانہ ذوق کو جلا بخشی۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک ان سے ملاقاتیں رہیں۔ بعدازاں جب راقم کا تبادلہ لاہور ہوگیا تو ملاقاتوں کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ ۲۰۰۰ء کے بعد کبھی کبھار ملاقات ہوجاتی۔ شوگر کے موذی مرض میں مبتلا تھے۔ اُچ شریف سے رحیم یار خان کی طرف جائیں تو چند کلومیٹر کے فاصلہ پر طاہر والی ہے۔ روڈ سے مشرق کی جانب جامعہ انوریہ ہے، جس کے بانی تلمیذ انور شاہ کشمیریؒ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانویؒ تھے اس جامعہ کے ایک استاذ جو معقولات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، جہاں وہ معقولات میں لاثانی استاذ تھے وہاں منقولات میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کا اسم گرامی مولانا منظور احمد نعمانیؒ تھا۔ ان سے حدیث وتفسیر اور منطق وفلسفہ میں تعلیم حاصل کی۔ مدینہ یونیورسٹی مدینہ طیبہ میں دو سال تک زیر تعلیم رہے۔ ردبدعات میں لودھراں کے معروف عالم ومناظر مولانا محمد یوسف رحمانی کے شاگرد تھے رفض وخروج کے مقابلہ میں حضرت علامہ تونسویؒ سے تربیت حاصل کی۔ قادیانیت کے سلسلہ میں فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ کے شاگرد رشید تھے۔ ساری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل میں گزار دی۔ جلال پور پیروالا کے قریب خانبیلہ کے رہائشی تھے۔ فراغت کے بعد احمد پور شرقیہ کو اپنا مستقر وہیڈ کوارٹر بنایا اور جامع مسجد محمد رسول اللہ کے نام سے مسجد بنائی۔ جہاں وہ جمعہ کی خطابت اور درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ شوگر تو عرصہ دراز سے رفیق حیات تھی، لیکن شوگر کو اپنے اوپر مسلط نہیں ہونے دیا۔ معمولی سے بیمار ہوئے اور ابتدائی طبی امداد کے دوران ہی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وصیت تھی کہ ان کی نماز جنازہ خانپور کے معروف عالم دین مولانا مفتی عبدالستار مدظلہ پڑھائیں، لیکن مفتی صاحب کے اصرار پر ۹ر اپریل صبح ساڑھے نو بجے استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم کی اقتداء میں احمد پور شرقیہ کے محمود پارک میں نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی اور انہیں احمد پور شرقیہ میں رحمت خداوندی کے سپرد کیا گیا۔

اسلام میں عورتوں کے حقوق

(۳)

جناب ثروت جمال اصمعی صاحب

قرآن کریم کہتا ہے کہ اگر تم اپنی بیوی کو پسند نہ بھی کرتے ہو تب بھی اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ، یہ بات سورۂ نساء کی ۱۹ویں آیت میں اس طرح کہی گئی ہے:

”ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز جو تمہیں پسند نہیں، اسی میں اللہ نے بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔“

اس سے واضح ہے کہ اگر آپ اپنی بیوی کو ناپسند کرتے ہوں تب بھی آپ کو اس کے ساتھ اچھا اور برابری کا سلوک کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں بیوی اور شوہر کے حقوق برابر ہیں۔ ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ جہاں شوہر کو طلاق کا حق دیا گیا ہے، وہاں بیوی کو بھی خلع کا حق دیا گیا ہے۔

ماں کے معاشرتی حقوق:

ماں کے احترام سے صرف اللہ کی بندگی ہی بالاتر ہے۔ یہ بات سورۂ بنی اسرائیل کی آیات ۲۳ اور ۲۵ میں کہی گئی ہے:

”اور تیرے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہوکر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے رحمت اور شفقت کے ساتھ بچپن میں مجھے پالا تھا۔“

اسی طرح سورۂ نساء کی پہلی آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ”رحمی رشتوں کا احترام کرو۔“ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۵۱ میں حکم دیا گیا: ”والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔“ سورۂ لقمان آیت ۱۴ میں کہا گیا: ”ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ مہربانی کا حکم دیا، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔“ سورۂ احقاف کی ۱۵ویں آیت میں بھی اسی بات کا اعادہ کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث کے مطابق جو صحیح مسلم میں بھی ہے، ایک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس دنیا میں میری محبت، احترام اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ اللہ کے نبی نے فرمایا: تمہاری ماں، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ان کے بعد؟ آپ نے پھر ارشاد فرمایا: تمہاری ماں، صحابیؓ نے تیسری بار پوچھا، اے اللہ کے نبی، ان کے بعد کون؟ اس بار بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تمہاری ماں! صحابیؓ نے چوتھی بار یہی سوال دہرایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: تمہارا باپ۔“ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی محبت اور احترام کا ۷۵ فیصد حق اس کی ماں کو پہنچتا ہے اور باقی ۲۵ فیصد کا مستحق باپ کو قرار دیا گیا ہے۔

بہن کے معاشرتی حقوق:

اسلامی معاشرے میں بہن کی عزت و احترام مثالی حیثیت رکھتی ہے، بہن کے حقوق کے ضمن میں یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ اسلامی اصولوں کی رو سے باپ کی عدم موجودگی یا اس کے اس لائق نہ ہونے کی صورت میں غیر شادی شدہ بہن کی کفالت مکمل طور پر بھائیوں کی ذمہ داری ہے۔

اسلام میں عورت کے تعلیمی حقوق:

قرآن کریم کی پہلی پانچ آیات جو نازل ہوئیں، سورۂ علق یا سورۂ اقرأ میں شامل ہیں۔ ان پانچ آیات میں کہا گیا ہے:

”اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے تخلیق کیا۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔“

قرآن کریم میں انسان کو دی گئی پہلی ہدایت یہ نہیں تھی کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، خیرات کرو، اس کے بجائے اسے پڑھنے کی ہدایت کی گئی۔ اس سے واضح ہے کہ اسلام تعلیم کو انتہائی اہمیت دیتا ہے۔

اسلام میں تعلیم لازمی ہے:

قرآن کریم کہتا ہے:

"تم میں سے جو لوگ ایمان والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے، اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔" (۵۸:۱۱)

اور قرآن ہمیں یہ دعا سکھاتا ہے کہ:

"اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔" (۲۰:۱۱۴)

قرآن کریم کہتا ہے:

"جسے حکمت ملی، اسے حقیقت میں بڑی دولت عطا کی گئی۔" (۲:۲۶۹)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔" (بیہقی)

تصور کیجئے کہ چودہ سو سال پہلے جب عورتوں سے انتہائی بُرا سلوک کیا جاتا اور انہیں جائیداد کی طرح استعمال کیا جاتا تھا، اس وقت اسلام نے عورتوں کو علم حاصل کرنے کی تاکید کی۔ اسلام میں عورتوں کے ان حقوق کو فرسودہ کہا جائے گا یا جدید؟

اسلام میں عورت کے قانونی حقوق:

اسلامی قانون کی رُو سے مرد اور عورت برابر ہیں۔ اسلامی قانون مرد اور عورت دونوں کے جان و مال اور جائیداد کا تحفظ کرتا ہے۔ اگر کوئی مرد کسی عورت کو قتل کرے تو قاتل مرد کو قصاص کے تحت موت کی سزا دی جائے گی۔

قصاص کے اسلامی قانون کے مطابق بلالحاظ اس کے کہ زخم آنکھ کا ہے ناک کا ہے، کان کا ہے یا جسم کا، مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں سزا ہے اور اگر مقتول کا سرپرست، خواہ وہ کوئی عورت ہو کہے کہ قاتل کو معاف کردیا جائے اور اس کے بدلے وہ دیت یعنی زرتلافی یا معاوضہ قبول کرنے کو تیار ہے تو اس کی رائے مسترد نہیں کی جاسکتی۔ انہیں اسے ماننا ہوگا اور اگر مقتول کے رشتہ داروں کے درمیان اختلاف رائے ہو اور کچھ کا کہنا ہو کہ قاتل کو موت کی سزا ملنی چاہئے اور کچھ اسے معاف کرکے دیت قبول کرلینے کے حق میں ہوں تو لوگوں کو مقتول کے عزیزوں کو قاتل کو قتل کرنے سے باز رکھنا چاہئے۔

سورۂ مائدہ کی ۳۸ ویں آیت کے مطابق:

"چور خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے۔"

مطلب یہ کہ اگر ایک شخص چوری کرے تو قطع نظر اس کے کہ وہ مرد ہے یا عورت، اس کا ہاتھ کاٹ دیا جانا چاہئے۔ یعنی سزا مرد اور عورت دونوں کے لئے ایک ہی ہے۔ سورۂ نور کی دوسری آیت ملاحظہ کیجئے۔ یعنی سزا مرد اور عورت دونوں کے لئے ایک ہی ہے۔ سورۂ نور کی دوسری آیت ملاحظہ کیجئے۔ اس میں کہا گیا ہے: "زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد، دونوں کو سو کوڑے مارو۔" اسلام میں زنا کی سزا یکساں ہے خواہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والا مرد ہو یا عورت۔ دونوں کے لئے سو کوڑے مارے جانے کی سزا ہے۔

اسلام میں عورت کو گواہ بننے کی اجازت ہے۔ تصور کیجئے اسلام عورت کو یہ حق ۱۴ صدی پہلے دے چکا ہے جبکہ ابھی ۱۹۸۰ء تک یہودی ربی اس بات پر غور کررہے تھے کہ عورت کو گواہ بننے کی اجازت دی جائے یا نہیں، لیکن اسلام اسے یہ حق ۱۴۰۰ سال پہلے عطا کرچکا ہے۔

اسلام میں عورت کی عزت و عصمت کی حفاظت کو بہت اہم درجہ دیا گیا ہے۔ سورۂ نور کی چوتھی آیت میں کہا گیا ہے:

"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو ۸۰ کوڑے مارو۔"

اسلام میں چھوٹے جرائم کے لئے دو گواہ درکار ہوتے ہیں اور بڑے جرم کے لئے آپ کو چار گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے، کسی عورت پر جھوٹا الزام لگانا اسلام میں ایک بڑا جرم ہے، لہٰذا آپ کو چار گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ آج کے دور میں آپ ماڈرن سوسائٹی میں دیکھتے ہیں کہ مرد عورتوں پر الزام تراشی کرتے اور انہیں طرح طرح کے نام دیتے ہیں، وہ انہیں طوائف تک کہہ جاتے ہیں اور ان کے خلاف کچھ بھی نہیں کیا جاتا۔ اسلامی ریاست میں اگر کوئی مرد کسی عورت کو طوائف کا نام دے اور وہ عورت عدالت میں شکایت کردے اور الزام لگانے والا مرد عورت کے خلاف چار گواہ پیش نہ کرسکے، حتیٰ کہ اگر وہ چار گواہ پیش بھی کردے اور ان میں سے ایک بھی جھوٹا ثابت ہوجائے تو ان سب کو اسی اسی کوڑے مارے جائیں گے اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام عورت کی عفت و عصمت کو انتہائی

اہمیت دیتا ہے۔

شادی کے بعد عورت اپنے نام کے ساتھ بالعموم اپنے شوہر کا نام لگاتی ہے۔ اسلام میں اسے اختیار حاصل ہے کہ چاہے تو شوہر کا نام اپنے نام میں شامل کرے اور چاہے تو اپنا اصل نام برقرار رکھے، بلکہ اسلام میں اصل نام برقرار رکھنے کی سفارش کی گئی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے مسلمان معاشروں میں عورتیں شادی کے بعد اپنے شوہروں کے نام کو اپنے نام کا حصہ نہیں بناتیں بلکہ اپنا اصل نام برقرار رکھتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی قانون کی رُو سے مرد اور عورت برابر ہیں۔

اسلام میں عورت کے سیاسی حقوق:

سورۂ توبہ کی ۷۱ ویں آیت میں کہا گیا ہے:

”مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق اور معاون ہیں۔“

اسلامی معاشرے میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے صرف سماجی معاملات میں نہیں بلکہ سیاسی طور پر بھی معاون ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ عورتیں قانون سازی میں بھی حصہ لے سکتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مشہور حدیث کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ عورتوں کے مہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کرنے کے بارے میں گفتگو اور مشاورت کر رہے تھے، کیونکہ زیادہ مہر کی وجہ سے مسلمان نوجوانوں کو شادی کرنے میں مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس اجتماع میں شامل ایک خاتون نے جو پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں، اس موقع پر کھڑے ہو کر اس خیال پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ جب سورۂ نساء کی ۲۰ ویں آیت میں قرآن کریم کہتا ہے کہ: ”اگر تم انہیں ڈھیروں مال بھی دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس مت لینا۔“ تو عمر کو مہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کرنے کا اختیار کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا: ”عمر غلط ہے اور یہ عورت صحیح ہے۔“

تصور کیجئے وہ ایک عام مسلمہ تھی، اگر وہ کوئی مشہور خاتون ہوتیں تو اس واقعے میں ان کا نام مذکور ہوتا، چونکہ اس میں ان کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا اس لئے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کوئی عام مسلمان خاتون تھیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی نظام میں ایک عام عورت بھی قانون سازی جیسے معاملے میں خلیفہ وقت یعنی اسلامی ریاست کے حکمران اعلیٰ تک کی رائے سے اختلاف کر سکتی اور درست ہونے کی صورت میں اپنی بات منوا سکتی ہے۔ فنی اصطلاح میں کہا جا سکتا ہے کہ حکمران وقت پر خاتون کا اعتراض آئین کی خلاف ورزی کے حوالے سے تھا، کیونکہ قرآن کریم اسلامی حکومت اور مسلمان کا آئین اور دستور ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسلام میں عورتوں کو قانون سازی میں بھی حصہ لینے کی اجازت ہے اور یہ حق اسلام نے عورتوں کو چودہ سو سال پہلے ہی عطا کر دیا تھا۔

مسلمان عورتوں نے میدان جنگ میں بھی خدمات انجام دی ہیں۔ صحیح بخاری میں ایک پورا باب اس موضوع پر ہے۔ جہاد کے دوران مسلمان عورتیں مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں، انہیں ابتدائی طبی امداد دیتی تھیں۔ عام حالات میں عورتوں کو میدان جنگ میں نہیں جانا چاہئے کیونکہ قرآن کریم کی رُو سے مرد عورتوں کے محافظ ہیں۔ اس لئے جہاد مردوں ہی پر فرض ہے، لیکن جب حالات کا تقاضا ہو تو عورتوں کو بھی جہاد میں حصہ لینے کی اجازت ہے۔ تاہم حالات کا تقاضا ہو تب بھی وہ اسی صورت میں میدان جنگ میں جائیں گی جب وہ خود ایسا چاہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو اسلام میں بھی وہی صورت ہوتی جو آپ امریکا میں دیکھتے ہیں۔

امریکا میں عورتیں جنگ سے محفوظ اور مستثنیٰ نہیں ہیں۔ امریکا میں عورتوں کو جنگی خدمات میں شرکت کی اجازت ۱۹۰۱ء سے حاصل ہے مگر انہیں باقاعدہ عملی جنگ میں حصہ لینے کی اجازت نہیں تھی، وہ صرف نرسوں کی حیثیت سے خدمات انجام دیتی تھیں۔ تحریک نسواں کے آغاز کے بعد ۱۹۷۳ء میں اس تحریک نے مطالبہ کیا کہ عورتوں کو عملی جنگ میں حصہ لینے کی اجازت کیوں حاصل نہیں ہے؟ اس بنا پر امریکی حکومت نے عورتوں کو عملی جنگ میں شرکت کی اجازت دے دی اور امریکی محکمہ دفاع کی ایک رپورٹ مجریہ ۲۳ر اپریل ۱۹۹۳ء کے مطابق ایک کنونشن میں ۹۰ افراد پر جنسی حملے کئے گئے، ان میں ۸۳ عورتیں تھیں۔ تادیبی کارروائی میں ۱۱۷ افسر ملزم قرار پائے۔ ذرا سوچئے صرف ایک کنونشن میں ۸۳ عورتیں جنسی زیادتی کا نشانہ بنیں اور ان ۱۱۷ افسروں کا جرم کیا تھا؟ انہوں نے عورتوں کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور انہیں بھاگنے پر مجبور کیا، انہوں نے عورتوں کو قطعی برہنہ حالت میں پریڈ کرنے اور برسرِ عام جنسی عمل پر مجبور کیا۔ کیا یہی وہ چیز ہے جسے آپ حقوق نسواں کہتے ہیں؟ اس واقعے پر امریکی پارلیمنٹ میں شور ہوا اور صدر بل کلنٹن کو خود اس پر معذرت کرنی اور یہ کہنا پڑا کہ: ”جو کچھ ہوا اس پر ضروری اقدام کیا جائے گا۔“ لہٰذا اسلام میدان

جنگ میں عورتوں کو اسی وقت شریک ہونے کی اجازت دیتا ہے جب ایسا کرنا واقعی ضروری ہو لیکن وہاں بھی انہیں اپنے اسلامی لباس اور اسلامی اخلاقیات کی پابندی کرنی ہوگی اور شرم وحیاء کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

اگر امریکا میں اسلامی قانون نافذ ہو تو جب کبھی کسی مرد کی نگاہ کسی عورت پر پڑے گی اور اس کے ذہن میں کوئی غلط خیال آئے گا تو وہ اپنی نظریں اس منظر سے پھیر لے گا، ہر عورت اسلامی لباس پہنے گی جیسا کہ قرآن کریم میں ہدایت دی گئی ہے۔اس کے بعد بھی اگر کوئی مرد کسی عورت سے زیادتی کا مرتکب ہوگا تو اسے موت کی سزا دی جائے گی۔ ذرا سوچئے کہ ان حالات میں امریکا میں عورتوں سے زیادتی کی شرح بڑھے گی، یکساں سطح پر قائم رہے گی یا اس میں کمی واقع ہوگی؟ بلاشبہ اسلامی قانون دنیا کے جس حصے میں بھی نافذ ہوگا، وہاں عورتوں کے لئے زندگی محفوظ آسان اور خوشگوار ہو جائے گی۔ (جاری ہے)

مولانا قاری محمد صادق قاسمیؒ، اُچ شریف

سرائیکی زبان کے نامور خطیب، مجلس علماء اہلسنت پاکستان کے مرکزی نائب امیر مولانا قاری محمد صادق قاسمیؒ انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم دارالعلوم کبیر والا کے فاضل تھے اور دارالعلوم کبیر والا میں اس وقت دورۂ حدیث شریف کیا جب دارالعلوم کا طوطی بولتا تھا۔ کبار علماء مسند تدریس پر فائز تھے۔ دارالعلوم کا اہتمام بانی دارالعلوم حضرت مولانا عبدالخالقؒ فاضل دیوبند المعروف حضرت صدر صاحب کے برادرزادہ مولانا منظور الحقؒ کے ہاتھوں میں تھا اور اساتذہ کرام میں ہمارے استاذ جی حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، جامعہ اشرفیہ لاہور کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرورؒ، حضرت مولانا مفتی علی محمدؒ، حضرت مولانا سیّد فیض علی شاہؒ، حضرت مولانا ظہور الحقؒ برادرزادہ حضرت صدر صاحبؒ علوم ومعارف کے دریا بہا رہے تھے۔ میرے کئی ایک اساتذہ کرام اسی دور کے تعلیم یافتہ تھے۔ بہرحال موصوف نے ان عظیم شخصیات سے علوم ومعارف حاصل کئے۔ فراغت کے بعد مختلف مقامات تدریس کے لئے بھی کوشاں رہے۔ مرحوم کے اپنے بقول کہ وہ کچھ عرصہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں بھی رہے۔ وہ راقم سے تین چار سال عمر میں بڑے تھے، جبکہ خطابت میں تو راقم ان کے کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ چند سال پہلے خطباء کرام کی کئی جماعتیں تھیں جن کے مبلغین اسلامی ماہ کی یکم تاریخ کو ملتان میں جمع ہوتے اور ضرورت مند حضرات ان سے جلسوں کے لئے وقت لیتے، ان جماعتوں میں مجلس اور جمعیت کے علاوہ سب سے بڑی جماعت تنظیم اہلسنت پاکستان تھی۔ جس کے قائدین حضرت مولانا سیّد نور الحسن شاہ بخاریؒ، حضرت علامہ دوست محمد قریشیؒ، حضرت علامہ عبدالستار تونسویؒ، حضرت مولانا قائم الدین عباسیؒ، حضرت مولانا سیّد عبدالمجید شاہ ندیمؒ، حضرت مولانا قاری عبدالکریم شاہ، حضرت مولانا عبدالعزیزؒ بھی تھے۔ دینی اداروں اور جامعات کا کوئی جلسہ ان حضرات کے بغیر نہیں ہوتا تھا۔ آگے چل کر نصاب دینیات کے مسئلہ میں تنظیم اہلسنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اور مجلس تحفظ حقوق اہلسنت معرض وجود میں آئی، جس کی قیادت حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ حضرت مولانا سیّد عبدالمجید ندیم فرمارہے تھے اور اس مجلس میں بھی نامور خطباء شامل ہوگئے۔ پھر مجلس تحفظ حقوق اہلسنت دو حصوں میں تقسیم ہوئی اور صدر تحفظ حقوق اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ نے مجلس علماء اہلسنت بنائی۔ حضرت مرحوم صدر اور ہمارے حضرت مولانا عبدالغفور حقانی مدظلہ ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ مولانا محمد صادق قاسمیؒ اس پلیٹ فارم سے متعارف ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستیؒ صدارت کے منصب پر فائز ہوئے اور ہمارے مولانا عبدالغفور حقانی مدظلہ بدستور ناظم اعلیٰ رہے۔ حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستیؒ کی وفات کے بعد قرعۂ صدارت مولانا مفتی مجیب الرحمٰن درخواستی مدظلہ کے نام نکلا اور مولانا قاری محمد صادق قاسمیؒ اس تنظیم کے نائب صدر بنائے گئے۔ ان میں خوبی یہ تھی کہ دھڑے کے پکے تھے، بعد میں معرض وجود میں آنے والی تنظیموں میں شامل نہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی تبلیغی زندگی میں توحید باری تعالیٰ، عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت عظمت اصحاب وآل بیت رسول، دینی اقدار اور مدارس کا تحفظ، ناموس رسالت کی حفاظت کے عنوان پر سینکڑوں تقاریر کیں۔ ان کے خطاب میں رسیلہ پن ہوتا تھا۔ ان کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ تھی کہ جو دال ساگ دسترخوان پر آ گیا۔ بسم اللہ کرکے کھالیا، کھانے، چائے، بستر، فیس پر جھگڑا نہیں کرتے تھے، کئی مرتبہ میری دعوت پر میری بستی میں تشریف لائے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تحریک ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں اپنے مواعظ حسنہ کے ذریعہ بھرپور حصہ لیا۔ قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے وعظ وتبلیغ کو اپنائے رکھا۔ عرصہ دراز تک اُچ شریف میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ انہوں نے وقتاً فوقتاً تین نکاح کئے۔ ایک بیوی سے نوجوان بچہ مولوی احسان احمد فوت ہوا تو اپنے علاقائی علاقہ دھوڑ کوٹ احمد پور شرقیہ میں اس کے نام سے جامعہ احسانیہ قائم کیا، جس میں حفظ وناظرہ کی تعلیم کا انتظام کیا۔ ۴رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۶؍اپریل ۲۰۲۱ء کو انتقال ہوا، اگلے دن صبح ۱۰، ۱۱ بجے کے درمیان ان کی جماعت کے امیر، جامعہ عبداللہ ابن مسعود خان پور کے مہتمم حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی مدظلہ کی امامت میں ہزاروں مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی، اپنے آبائی علاقہ دھوڑ کوٹ میں استراحت فرما ہیں۔ انہوں نے ۲ بیوگان کے علاوہ نو بیٹیاں اور دو چھوٹے بیٹے سوگوار چھوڑے ہیں۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

عقیدۂ

ختم نبوت زندہ باد

(۳)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

۱۸:...’’عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا اَبَا ذَرٍّ! اَوَّلُ الرُّسُلِ آدَمُ وَآخِرُھُمْ مُحَمَّدٌ۔‘‘ (کنزالعمال، ج:۱۱ص:۴۸۰،حدیث نمبر:۳۲۲۶۹)

ترجمہ:...’’حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر! نبیوں میں سب سے پہلے نبی آدم ہیں اور سب سے آخری نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔‘‘

حدیث۸:...

’’عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ۔‘‘

(ترمذی، ج:۲ ص:۲۰۹)

ترجمہ:...’’حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے۔‘‘

یہ حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات سے بھی مروی ہے:

۱:...حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔

(فتح الباری، ج:۷، ص:۵۱، مجمع الزوائد، ج:۹ ص:۶۸)

۲:...عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(مجمع الزوائد، ج:۹، ص:۶۸)

’’لَوْ‘‘ کا لفظ فرضِ محال کے لئے آتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں نبوت کی صلاحیت کامل طور پر پائی جاتی ہے، مگر چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نبی ہونا محال ہے اس لئے باوجود صلاحیت کے حضرت عمرؓ نبی نہیں بن سکتے۔ اِمام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

’’در شان حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرمودہ است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ’’لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ‘‘ یعنی لوازم و کمالاتیکہ در نبوت درکار است ہمہ را عمرؓ دارد اما چوں منصبِ نبوت بخاتم الرسل ختم شدہ است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بدولت منصبِ نبوت مشرف نگشت۔‘‘ (مکتوب:۲۴ ص:۲۳، دفتر سوم)

ترجمہ:...’’حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ’’اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔‘‘ یعنی وہ تمام لوازمات وکمالات جو نبوت کے لئے درکار ہیں سب حضرت عمرؓ میں موجود ہیں، لیکن چونکہ منصبِ نبوت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوچکا ہے اس لئے وہ منصبِ نبوت کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے۔‘‘

حدیث۹:...

’’عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً، اَنَا مُحَمَّدٌ، وَاَنَا اَحْمَدُ، وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ، وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ، وَاَنَا الْعَاقِبُ، وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ۔ (متفق علیہ)۔‘‘

(مشکوٰۃ ص:۵۱۵)

ترجمہ:...’’حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ: میرے چند نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائیں گے، اور میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے، اور میں عاقب (سب کے بعد آنے والا) ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اسمائے گرامی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی دلالت کرتے ہیں، اوّل

"الحاشر"، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اشارة الٰی أنه لیس بعده نبی ولا شریعة ..... فلما کان لا أمّة بعد أمّته لأنه لا نبی بعده، نسب الحشر إلیه، لأنه یقع عقبه." (فتح الباری، ج:۶ ص:۵۵۷)

ترجمہ:... "یہ اس طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور کوئی شریعت نہیں..... سو چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے بعد کوئی اُمت نہیں، اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، اس لئے حشر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیا گیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد حشر ہوگا۔"

دُوسرا اِسمِ گرامی "العاقب"، جس کی تفسیر خود حدیث میں موجود ہے کہ:

"اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ"

ترجمہ:... "آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔"

اس مضمون کی احادیث مندرجہ ذیل حضرات سے بھی مروی ہیں:

۱:... حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، ان کی حدیث کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

"کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسَمِّیْ لَنَا نَفْسَهٗ أَسْمَاءً، فَقَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَحْمَدُ، وَالْمُقَفِّیْ وَالْحَاشِرُ وَنَبِیُّ التَّوْبَةِ وَنَبِیُّ الرَّحْمَةِ." (صحیح مسلم، ج:۲ ص:۲۶۱)

ترجمہ:... "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے اپنے چند اَسمائے گرامی ذکر فرماتے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، مقفّی (سب نبیوں کے بعد آنے والا) ہوں، حاشر ہوں، نبیٔ توبہ ہوں، نبیٔ رحمت ہوں۔"

۲:... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، ان کی روایت کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

"قَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا نَبِیُّ الرَّحْمَةِ وَنَبِیُّ التَّوْبَةِ، وَأَنَا الْمُقَفِّیْ، وَأَنَا الْحَاشِرُ وَنَبِیُّ الْمَلَاحِمِ." (شمائل ترمذی، ص:۲۶، مجمع الزوائد، ج:۸ ص:۲۸۴)

ترجمہ:... "فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں نبیٔ رحمت ہوں، میں نبیٔ توبہ ہوں، میں مقفّی (سب نبیوں کے بعد آنے والا) ہوں، میں حاشر ہوں، اور نبیٔ ملاحم (مجاہد نبی) ہوں۔"

۳:... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، ان کی روایت کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

"أَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ أُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ." (مجمع الزوائد، ج:۸ ص:۲۸۴)

ترجمہ:... "میں احمد ہوں، میں محمد ہوں، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کو میرے قدموں میں جمع کیا جائے گا۔"

۴:... حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما، ان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"أَنَا أَحْمَدُ وَمُحَمَّدٌ وَالْحَاشِرُ وَالْمُقَفِّیْ وَالْخَاتَمُ." (مجمع الزوائد، ج:۸، ص:۲۸۴)

ترجمہ:... "میں احمد ہوں، محمد ہوں، حاشر ہوں، مقفّی ہوں اور خاتم ہوں۔"

۵:... مرسل مجاہدؒ، ان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ، أَنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ، أَنَا رَسُوْلُ الْمَلْحَمَةِ، أَنَا الْمُقَفِّیْ وَالْحَاشِرُ، بُعِثْتُ بِالْجِهَادِ وَلَمْ أُبْعَثْ بِالزِّرَاعِ." (طبقات ابن سعد، ج:۱ ص:۱۰۵)

ترجمہ:... "میں محمد ہوں اور احمد ہوں، میں رسولِ رحمت ہوں، میں ایسا رسول ہوں جسے جنگ کا حکم ہوا ہے، میں مقفّی اور حاشر ہوں، میں جہاد کے ساتھ بھیجا گیا ہوں، کسان بناکر نہیں بھیجا گیا۔"

۶:... حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ۔

(فتح الباری، ج:۶ ص:۵۵۵)

حدیث ۱۰:...

متعدّد اَحادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتِ شہادت اور درمیانی اُنگلی کی طرف اِشارہ کرکے فرمایا:

"بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ کَهَاتَیْنِ"

ترجمہ:... "مجھے اور قیامت کو ان دو اُنگلیوں کی طرح بھیجا گیا ہے۔"

اس مضمون کی احادیث مندرجہ ذیل حضرات سے مروی ہیں:

۱:... سہل بن سعد رضی اللہ عنہ۔

(بخاری، ج:۲ ص:۹۶۳، مسلم، ج:۲ ص:۴۰۶)

۲:... ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(بخاری، ج:۲ ص:۹۶۳)

۳:... انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(بخاری، ج:۲ ص:۹۶۳)

۴:... مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ۔

(ترمذی، ج:۲ ص:۴۴)

۵:... جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

(مسلم، ج:۱ ص:۲۸۴، نسائی، ج:۱ ص:۲۳۴)

۶:...سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ۔
(جامع الاصول، ج:۱۰، ص:۳۸۵)
۷:...بریدہ رضی اللہ عنہ۔
(مسند احمد، ج:۵، ص:۳۴۸)
۸:...ابی جبیرہ رضی اللہ عنہ۔
(مجمع الزوائد، ج:۱۰، ص:۳۱۲)
۹:...جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ۔
(مسند احمد، ج:۵، ص:۱۰۳)
۱۰:...وہب السوائی رضی اللہ عنہ۔
(مجمع الزوائد، ج:۱۰، ص:۳۱۱)
۱۱:...ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ۔
(کنز، ج:۱۴، ص:۱۹۵، مسند احمد، ج:۴، ص:۳۰۹)

ان احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان اِتصال کا ذکر کیا گیا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری قربِ قیامت کی علامت ہے، اور اَب قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ چنانچہ امام قرطبی رحمہ اللہ ”تذکرہ“ میں لکھتے ہیں:

”وأما قوله بعثت أنا والساعة كهاتين، فمعناه أنا النبي الأخير فلا يليني نبي آخر، وإنما تليني القيامة كما تلي السبابة الوسطىٰ وليس بينهما اُصبع اُخرىٰ ...... وليس بيني وبين القيامة نبي.“ (التذكرة في أحوال الموتى وأمور الآخرة ص:۷۱۱)

ترجمہ:...”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی کہ: ”مجھے اور قیامت کو ان دو اُنگلیوں کی طرح بھیجا گیا ہے“ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد اور کوئی نبی نہیں، میرے بعد بس قیامت ہے، جیسا کہ اُنگشتِ شہادت درمیانی اُنگلی کے متصل واقع ہے، دونوں کے درمیان اور کوئی اُنگلی نہیں ...... اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔“

علامہ سندھی رحمہ اللہ حاشیہ نسائی میں لکھتے ہیں:

”التشبيه في المقارنة بينهما، أي ليس بينهما ابع أخرىٰ كما أنه لا نبي بينه صلى الله عليه وسلم وبين الساعة.“
(حاشیہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، بر نسائی، ج:۱، ص:۲۳۴)

ترجمہ:...”تشبیہ دونوں کے درمیان اِتصال میں ہے (یعنی دونوں کے باہم ملے ہوئے ہونے میں ہے) یعنی جس طرح ان دونوں کے درمیان کوئی اور اُنگلی نہیں، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور قیامت کے درمیان اور کوئی نبی نہیں۔“

اکابرِ اُمت کی تصریحات:

چونکہ مسئلہ ختمِ نبوّت پر قرآنِ کریم کی آیات اور اَحادیثِ متواترہ وارِد ہیں، اس لئے یہ عقیدہ اُمت میں متواتر چلا آرہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص منصبِ نبوّت پر فائز نہیں ہوسکتا، اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرے وہ مرتد اور دائرۂ اِسلام سے خارج ہے۔ یہاں چند اکابر کی تصریحات نقل کی جاتی ہیں:

۱:...علامہ علی قاری رحمہ اللہ شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

”دعوى النبوة بعد نبينا صلى الله عليه وسلم كفر بالاجماع.“ (شرح فقه الأكبر، ص:۲۰۲)

ترجمہ:...”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔“

۲:...حافظ ابنِ حزم اندلسی رحمہ اللہ کتاب ”الفصل في الملل والأهواء والنحل“ میں لکھتے ہیں:

”قد صح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بنقل الكواف التي نقلت نبوته وأعلامه وكتابه أنه أخبر أنه لا نبي بعده اما جائت الأخبار الصحاح من ”نزول عيسى عليه السلام“ الذي بعث اى بني اسرائيل وادعى اليهود قتله وصلبه فوجب الاقرار بهٰذه الجملة وصح أن وجود النبوّة بعده عليه السلام باطل لا يكون البتة.“ (کتاب الفصل، ج:۱، ص:۷۷)

ترجمہ:...”جس کثیر التعداد جماعت اور جمِ غفیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور نشانات اور قرآن مجید کو نقل کیا ہے، اسی کثیر التعداد جماعت اور جمِ غفیر کی نقل سے حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ثابت ہوچکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ البتہ صحیح احادیث میں یہ ضرور آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ یہ وہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے تھے اور یہود نے جن کو قتل کرنے اور صلیب دینے کا دعویٰ کیا تھا۔ پس اس اَمر کا اِقرار واجب ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد نبوّت کا وجود باطل ہے، ہرگز نہیں ہوسکتا۔“

حافظ ابنِ حزم رحمہ اللہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"هٰذا مع سماعهم قول الله تعالىٰ: "وَلٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" وقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لَا نبي بعدي" فكيف يستجيز مسلم أن يثبت بعده عليه السلام نبيًا في الأرض حاشا ما استثناه رسول الله صلى الله عليه وسلم في الآثار المسندة الثابتة في نزول عيسىٰ ابن مريم عليه السلام في آخر الزمان." (کتاب الفصل، ج:۳،ص:۱۸، مکتبہ دار المعرفہ، شارع بلس، بیروت، لبنان)

ترجمہ:... "اللہ تعالیٰ کا فرمان: "وَلٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" اور حضور علیہ السلام کا ارشاد: "لَا نبي بعدي" سن کر کوئی مسلمان کیسے جائز سمجھ سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد زمین میں کسی نبی کی بعثت ثابت کی جائے سوائے نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے آخر زمانے میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث مسندہ سے ثابت ہے۔"

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"وأما من قال: ان الله عزّ وجلّ فلان، لإنسان بعينه، أو أن الله يحل في جسم من أجسام خلقه، أو أن بعد محمد صلى الله عليه وسلم نبيًا غير عيسىٰ ابن مريم فانه لا يختلف اثنان في تكفيره." (کتاب الفصل، ج:۳، ص:۲۴۹-۲۵۰)

ترجمہ:... "جس شخص نے کسی انسان کو کہا کہ یہ اللہ ہے، یا یہ کہا کہ اللہ اپنی خلقت کے اجسام میں سے کسی جسم میں حلول کرتا ہے، یا یہ کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہے، سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے، پس ایسے شخص کے کافر ہونے میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں۔"

۳:... حافظ فضل اللہ تورپشتی (متوفی ۶۳۰ھ) کا اسلامی عقائد پر ایک رسالہ "معتمد فی المعتقد" کے نام سے فارسی میں ہے، جس میں عقیدۂ ختمِ نبوّت بہت تفصیل سے لکھا ہے، اور آخر میں منکرینِ ختمِ نبوّت کے خارج اَز اِسلام ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ اس کے چند ضروری اقتباسات درج ذیل ہیں:

"واز اں جملہ آنست کہ تصدیق وی کند کہ بعد از وی ہیچ نبی نباشد مرسل و نہ غیر مرسل، و مراد از خاتم النبیین آنست کہ نبوّت را مہر کرد و نبوّت بآمدن او تمام شد یا بمعنی آنکہ خدا تعالیٰ پیغمبری را بوی ختم کردہ و ختم خدای حکم است بدآنچہ ازاں نخواہد گردانیدن۔"

(معتمد فی المعتقد، ص:۹۴)

ترجمہ:... "من جملہ عقائد کے یہ ہے کہ اس بات کی تصدیق کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، نہ رسول اور نہ غیر رسول، اور "خاتم النبیین" سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوّت پر مہر لگادی، اور نبوّت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے حدِ تمام کو پہنچ گئی۔ یا یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے پیغمبری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مہر لگادی اور خدا تعالیٰ کا مہر کرنا اس بات کا حکم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں بھیجے گا۔"

"واحادیث بسیار از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درست شدہ است کہ نبوّت بآمدن او تمام شدہ و بعد از وی دیگری نباشد و از اں احادیث یکی را معنی آنست کہ: در اُمتِ من نزدیک سی دجال کذاب باشند کہ ہر یک از ایشاں دعویٰ کند کہ من نبی ام و بعد از من ہیچ نبی باشد۔" (ص:۹۵)

ترجمہ:... "اور بہت سی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں کہ نبوّت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر پوری ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہوگا۔ ان احادیث میں سے ایک حدیث کا مضمون یہ ہے کہ: میری اُمت میں تقریباً تیں جھوٹے دجال ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔"

"وروایات و احادیث دریں باب افزوں ازانست کہ برتواں شمردن۔ و چوں ازیں طریق ثابت شد کہ بعد از وی ہیچ نبی نباشد ضرورت رسول ہم نباشد زیرا کہ ہیچ رسول نباشد کہ نبی نباشد چوں نبوّت نفی کردہ رسالت بطریق اَوْلیٰ منفی باشد۔"

(ص:۹۶)

ترجمہ:... "اور اس باب میں روایات و احادیث حدِ شمار سے زیادہ ہیں۔ جب اس طریقے سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا تو بدیہی بات ہے کہ رسول بھی نہ ہوگا، کیونکہ کوئی رسول ایسا نہیں ہوتا جو نبی نہ ہو، جب نبوّت کی نفی کردی تو رسالت کی نفی بدرجہ اَوْلیٰ ہوگئی۔"

"بحمد اللہ ایں مسئلہ درمیان اسلامیان روشن تر ازاں است کہ آں را بکشف و بیان حاجت افتد اما ایں مقدار از قرآن از ترس آں یاد کردیم کہ مبادا زندیقی جاہلی را در شبہتی اندازد۔ ومنکر ایں مسئلہ کسی تواند بود کہ اصلاً در نبوّت او معتقد نہ باشد کہ اگر برسالتِ او معترف بودی وی را در ہر چہ ازاں خبر داد صادق دانستی۔

(جاری ہے)

مولانا حافظ محمد ریاض درانیؒ، لاہور

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا حافظ محمد ریاض درانی حضرو اٹک کے رہنے والے تھے تعلیم کے لئے لاہور آئے۔ ۱۹۸۷ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورۂ حدیث شریف کیا، یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ گورنمنٹ پائلٹ ہائی اسکول وحدت کالونی کی جامع مسجد میں خطیب و امامت کے فرائض سنبھالے اور تاحیات اسے سنبھالے رکھا۔ جمعیت علماء اسلام اور قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم العالیہ کے معتمد ساتھیوں میں سے تھے، بلکہ انہیں قائد جمعیت کے میزبان ہونے کا شرف حاصل رہا۔ قائد جمعیت جب لاہور تشریف لاتے تو بڑی کوٹھیوں اور کاروں والے رئیسوں کے ہاں قیام نہیں فرماتے تھے، بلکہ اپنے ایک سفید پوش مولوی کے ہاں قیام ہوتا رہا ہے۔

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سیکریٹری نشرواشاعت بھی رہے اور جمعیت کی مرکزی عاملہ کے اجلاسوں میں شرکت فرماتے اور اس زمانہ میں جمعیت اور مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کے جاں نثاروں میں رہے، جب مولانا کا نام لینا اپنے آپ کو مصائب و آلام میں جھونکنے کے مترادف تھا۔ ایم آر ڈی کی تحریک بحالی جمہوریت، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی ختم نبوت کی تحریکوں میں بھرپور شرکت کی۔ راقم ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۰ء تک لاہور کا مبلغ رہا۔ اس دوران کئی ایک تحریکیں چلیں، یوسف کذاب کے خلاف راقم کی مدعیت میں کیس مجلس نے لڑا۔ اس دوران ہونے والے تمام اجلاسوں میں موصوف شریک ہوتے رہے۔ موصوف صاحب الرائے اور صائب الرائے تھے، نپی تلی گفتگو فرماتے۔ جمعیت علماء اسلام کی تاریخ سے متعلق کئی ایک کتابیں شائع کیں۔ نیز انہوں نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے ہزاروں فتاویٰ کو مرتب کرکے ’’فتاویٰ مفتی محمود‘‘ کے نام سے شائع کیا۔ انہوں نے اپنی زندگی کو باوقار بنائے رکھا۔ دسیوں کتابیں شائع کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کی شوریٰ کے ممبر رہے۔ قادیانیوں نے افسر شاہی میں چھپے ہوئے قادیانیوں کی ملی بھگت سے پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کرایا۔ مجلس نے تحریک شروع کی۔ لاہور مجلس کے قائدین میں ان کا شمار ہونے لگا۔ ان کے قول وفعل میں تضاد نہیں تھا، جسے حق جانا ڈنکے کی چوٹ اس میں آواز اٹھائی اور ’’بلاخوف لومۃ لائم‘‘ آواز اٹھائی۔ جمعیت کی مرکزی عاملہ کے ممبر ہونے کے ناطے متحدہ مجلس عمل میں شامل جماعتوں کے اجلاسوں منعقدہ لاہور میں جمعیت کی نمائندگی فرماتے۔ اللہ پاک نے انہیں باطنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے سرفراز فرمایا تھا۔ پٹھانوں کے درانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے والد محترم مولانا مہابت خانؒ کی وفات کے بعد جامع مسجد پائلٹ ہائی اسکول وحدت روڈ لاہور کی امامت و خطابت کو چکائے رکھا۔ آپ نے اساطین علم مولانا محمد مالک کاندھلویؒ، مولانا صوفی محمد سرورؒ، مولانا عبیداللہ اشرفیؒ، مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ سمیت بڑے بڑے علماء کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے اور احادیث نبویہ کے علوم و معارف کو حرز جان بنایا۔ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ نے پنجاب اسمبلی میں ربوہ کے نام کی تبدیلی کے لئے قرارداد پیش کی۔ پنجاب اسمبلی نے وزیر مال چوہدری شوکت داؤد کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ محرک سے مل کر نام طے کریں۔ چنانچہ چوہدری شوکت داؤد مولانا چنیوٹیؒ سے ملے اور کہا کہ ربوہ کا نام نواں قادیان رکھ دیں، آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟ مولانا نے فرمایا کہ قادیانیوں نے ربوہ کا لفظ قرآن پاک سے چرایا ہے۔ ’’وآویناھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین‘‘ چونکہ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے متعلق ہے اور مرزا قادیانی کا ایک دعویٰ مسیح موعود ہونے کا بھی ہے تو قادیانی یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن پاک میں جس ربوہ کا تذکرہ ہے، اس سے مراد یہی چک ڈھگیاں ہے ربوہ کا نام پہلے چک

ڈھکیاں تھا انہوں نے دجل وفریب سے اس کا نام ربوہ رکھا، تو مولانا چنیوٹیؒ نے فرمایا کہ اس کا نام جو مرضی آئے رکھ لو لیکن ربوہ نہ ہو..... تو نواں قادیان کا نوٹیفیکیشن جاری کر دیا۔ راقم نے تمام مسالک اور دینی جماعتوں کے راہنماؤں کا اجلاس لاہور دفتر میں بلایا اور تمام جماعتوں نے ”نواں قادیان“ کا نام مسترد کر دیا کہ ہم قادیانیوں کو کوئی ایسا نام نہیں دینا چاہتے جس سے ان کی مذہبی شناخت بحال ہو۔ چنانچہ ایک وفد تشکیل دیا گیا، جس میں جماعت اسلامی کے جناب لیاقت بلوچ، جماعت اہل حدیث کے حافظ زبیر احمد ظہیر، جمعیت علماء اسلام کے مولانا سیف الدین سیفؒ، مولانا حافظ محمد ریاض درانیؒ، جمعیت علماء پاکستان کے سردار محمد خان لغاری، علامہ غضنفر علی کراروی اور راقم الحروف شامل تھے۔

چنانچہ چوہدری شوکت داؤد سے وفد نے ملاقات کی اور انہیں بتلایا کہ ہم قادیانیوں کو کوئی ایسا نام نہیں دینا چاہتے جس سے ان کی مذہبی حیثیت نمایاں ہو۔ وزیر موصوف نے کہا کہ مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ جو محرک تھے، منظور کر چکے ہیں۔ وفد نے کہا کہ مولانا چنیوٹیؒ تمام تر عظمت کے باوجود ایک فرد کا نام ہے، جب کہ وفد جو ملاقات کے لئے موجود ہے، تمام مسالک پر مشتمل مجلس عمل ہے۔ خیر بہت گرما گرم بحث ہوئی۔ وزیر موصوف نے کہا کہ آپ کون سا نام رکھوانا چاہتے ہیں، ہم نے کہا کہ صدیق آباد وزیر موصوف نے کہا کہ اس نام پر تو قادیانی بغلیں بجائیں گے کہ یہ صدیقین کا شہر ہے کوئی اور نام بتلائیں۔ ہم نے کہا ”چناب نگر“ کہنے لگے: یہ نام ٹھیک ہے۔ چنانچہ اس کارنامہ میں مولانا درانی برابر کے شریک ہیں۔

علاوہ ازیں اور بھی بہت سارے مسائل ہیں جن کو سلجھانے کے لئے درانی صاحبؒ شریک سفر رہے۔ آپ ۲۳؍جون ۱۹۵۳ء کو پیدا ہوئے اور ۱۵؍اپریل ۲۰۲۱ء کو وفات پائی، آپ کی نماز جنازہ کی امامت فرزند مفتی محمودؒ سینیٹر مولانا عطاء الرحمن مدظلہ نے کی، جس میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی اور انہیں آبائی قبرستان ”بنی“ حضرو میں سپرد خاک کیا گیا، آپ نے بھرپور زندگی گزاری۔ الجمیعۃ پبلی کیشنز کے نام سے اشاعتی ادارہ قائم کیا۔ جس سے ۱۳۰ کتابیں شائع کیں۔ اللہ پاک مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین۔☆

بقیہ:.....قادیانی کفر وارتداد.....

چنانچہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں ہے کہ:

”وھکذا کان دأب الصحابة ومن بعدھم من المؤمنین فی جمیع الازمان فانھم کانوا یقاطعون من حاد اللّٰہ ورسولہ مع حاجتھم إلیہ واٰثروا رضاء اللّٰہ تعالیٰ علیٰ ذلک۔“

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج:۱۰، ص:۲۹۰)

ترجمہ: ”یعنی صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والے ہر زمانے کے ایمان والوں کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مخالف دشمنوں کے ساتھ بائیکاٹ کرتے رہے۔ حالانکہ ان ایمان داروں کو دنیوی طور پر ان مخالفوں کی احتیاج بھی ہوتی تھی، لیکن وہ مسلمان خدا تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دیتے ہوئے بائیکاٹ کرتے تھے۔“

اس تمہید کے بعد آپ کے سوالات کا ترتیب وار جواب یہ ہیں کہ:

۱:... قادیانیوں سے زمین ٹھیکہ پر لے کر کاشت کرنا درست نہیں، لیکن اگر کوئی مسلمان ایسا کرے تو وہ گناہگار ہوگا لیکن اس زمین سے حاصل شدہ آمدنی پر عشر، زکوٰۃ، صدقۂ فطر، قربانی، اور حج وغیرہ کے تمام احکامات جاری ہوں گے، کیونکہ ان احکامات کا تعلق ایک مسلمان کے عمل سے ہے نہ کہ قادیانیوں سے۔

۲:... جائز ہے اگر یہ اپنے عمل پر شرمندہ ہوں اور قادیانیوں سے معاملات چھوڑنا چاہتے ہوں تو ان کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے اور اگر یہ مصر ہوں تو پھر ان کا بھی بائیکاٹ کرنا چاہئے۔

۳:... ۵۵ ہزار ٹھیکہ دینے والے بھی قادیانیوں سے معاملہ کرنے میں اسی طرح گناہگار ہوں گے جس طرح ۸۰ ہزار دینے والے ہوں گے۔ دونوں ہی اہل باطل کو فائدہ پہنچانے والے ہیں، فرق صرف کم اور زیادہ کا ہے۔

۴:... جس طرح باہر کے لوگوں کا ایمان بگڑنے کا خدشہ ہے، اسی طرح مقامی لوگوں کا بھی ہے۔

۵:... رقم واپس ملنے کی امید نہ ہو تو مدت پوری کر سکتے ہیں اور ساتھ ساتھ توبہ واستغفار بھی کرتے رہیں۔

۶:... ایک مسلمان کے لئے کسی کا مال ناحق ہضم کرنا جائز نہیں، اس لئے ادا کرنا ضروری ہے۔ قادیانی چونکہ اسلام اور اہل اسلام کے باغی ہیں، اس لئے ان کو کسی بھی قسم کا فائدہ پہنچانا کسی بھی مسلمان کے لئے جائز نہیں، خواہ وہ فرد واحد ہو یا کوئی جماعت ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بقیہ:......اداریہ

کی طرف سے اکثریت کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے اور اپنی انفرادی رائے مسلط کرنے کے مترادف ہے۔ ملک کے نمائندہ قومی اقلیتی کمیشن نے جس میں تمام مذاہب کی نمائندگی ہے، اس ون مین کمیشن کو نہ صرف تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے، بلکہ اس کی اس انفرادی رائے کی پرزور مخالفت کی ہے کہ نصاب میں ایسی تبدیلی کی جائے۔ اقلیتیں چاہیں تو اسلامیات کے مضمون کے متبادل اپنے طلبہ وطالبات کے لئے اپنے مذہبی اخلاقیات وتعلیمات پر مشتمل نصابی کتابیں مرتب کر کے نصاب میں شامل کرا سکتے ہیں، لیکن انہیں یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ پاکستان جیسے ملک میں جہاں پچانوے ستانوے فیصد تک آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے، دو تین فیصد آبادی پر مشتمل طبقہ پورے نظامِ تعلیم کو ڈکٹیٹ کرے، یہ جمہوری اقدار اور اکثریت کے مذہبی حقوق کے خلاف ہے۔ کیا مشنری اداروں اور اشرافیہ کے لئے قائم جدید ترین تعلیمی اداروں کے نصاب کا کسی نے اس جہت سے جائزہ لیا ہے؟ ان کا تجزیہ کیا ہے؟ کیا سنگاپور، ہانگ کانگ، برطانیہ اور امریکا وغیرہ سے درآمد نصابی کتب کا کسی نے تفصیلی جائزہ لیا ہے؟ ان پر پابندی کا مطالبہ کیا ہے؟

اگر ہمارے حکمرانوں کی یہی روش رہی تو اس ملک میں دینی و مذہبی حقوق کے اعتبار سے پچانوے ستانوے فیصد مسلم آبادی اقلیت بن کر رہ جائے گی۔ یہ انتہائی حساس معاملہ ہے اور ہمیں حیرت ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے اس کمیشن کی تشکیل کو متوازن نہیں بنایا، تاکہ ایسی تجاویز سامنے آئیں جو سب کے لئے کسی نہ کسی درجے میں قابلِ قبول ہوتیں۔ ہم پنجاب حکومت، پنجاب مائنارٹی افیئرز ڈیپارٹمنٹ اور پنجاب کریکولم ٹیکسٹ بورڈ (PCTB) کو متنبہ کرتے ہیں کہ کسی ایسے اقدام سے پہلے اس بارے میں تمام طبقات کی آراء طلب کی جائیں، صوبائی اسمبلیوں اور پارلیمنٹ کی متعلقہ کمیٹیاں ان پر عمیق نظر سے غور وفکر کریں، تاکہ ملک میں انتشار پیدا نہ ہو۔ پاکستان میں اقلیتیں محفوظ ہیں، انہیں تمام آئینی اور قانونی حقوق حاصل ہیں، لیکن ان کو بھی غالب ترین اکثریت کے دینی اور مذہبی جذبات کا پاس رکھنا ہوگا۔ اگر یہ پالیسی جاری رہی تو ایک وقت آئے گا کہ یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ تحریکِ پاکستان، متحدہ برصغیر پاک وہند کی تقسیم اور قیامِ پاکستان کے اسباب اور تاریخِ پاکستان کو ہمارے قومی نصاب سے خارج کردیا جائے، کیونکہ یہ دو قومی نظریے پر مبنی ہے اور اس سے اقلیتوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ نیز آگے چل کر یہ مطالبہ بھی آسکتا ہے کہ دستورِ پاکستان سے قرآن وسنت کی بالادستی اور دیگر آرٹیکلز کو نکالا جائے۔ اگر روزِ اول سے اس سازش کا سدِ باب نہ کیا گیا تو آگے چل کر یہ اقدامات بڑے پیمانے پر ملک میں انتشار کا باعث بنیں گے، جبکہ ملک پہلے ہی سیاسی انتشار کی زد میں ہے، اس لئے دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ شروع ہی سے اس کا سدِ باب کیا جائے۔‘‘

ان حالات میں لگ یہ رہا ہے کہ ہماری حکومتی مشینری پوری قوت اور شد ومد کے ساتھ اس ڈیوٹی پر مامور ہے کہ جلد سے جلد اس ملک سے اسلام اور آئین میں موجود اسلامی شقوں سے چھٹکارہ حاصل کیا جائے اور اس ملک کو سیکولر ملک/ اسٹیٹ باور کرایا جائے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ جب ہمارے حکمران ہر معاملے میں بھکاری بن کر کبھی تعلیم کے نام پر، کبھی صحت کے نام پر اور کبھی ملکی ترقی کے نام پر دوسروں سے بھیک مانگیں گے اور فنڈ وصول کریں گے تو بیرونی قوتیں اور لابیاں اپنی این جی اوز کے ذریعہ حکومتوں اور اداروں کو بلیک میل کریں گے۔

۱:- آج ان تمام مضامین کو اسلامیات میں داخل کرنے کی بات کی جارہی ہے، کل کو کہا جائے گا کہ اسلامیات کی کتاب میں مذہبی موضوعات کی بھرمار ہوگئی ہے، بچوں کے لئے یاد کرنا مشکل ہوجاتا ہے، اس لئے ان میں تخفیف کی جائے، چلو اسلامیات سے بھی ان مضامین کی چھٹی۔

۲:- ہمارے بزرجمہروں نے عملاً جہاد کو پہلے ہی دہشت گردی کا نام دے دیا، رہے جہاد کے مضامین، ان کو بھی کافی حد تک نصاب سے خارج

کردیا، اب آگے کیا گارنٹی ہے؟ کہ یہ نہ کہا جائے گا کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج حتیٰ کہ قرآن اور اسلام کو نصابِ تعلیم سے نکال باہر کریں، کیونکہ اس سے بنیاد پرستی کے جراثیم پروان چڑھتے ہیں، اس لئے یہ بھی ناقابلِ برداشت ہیں، تو آپ کے پاس ان باتوں کا کیا جواب ہوگا؟

۳:- آئینِ پاکستان کے مطابق ریاست کی ذمہ داری ہے کہ قرآن وسنت کے مطابق زندگی ممکن بنانے کے لئے ریاست ہر طرح کا بندوبست کرے، جو ریاست نظامِ تعلیم سے اسلام کے متعلق ہر بات کھرچ کھرچ کر نکال دے، وہ اپنی اس آئینی ذمہ داری کو کیسے پورا کرے گی؟

۴:- کیا وجہ ہے کہ پچانوے فیصد سے زائد یہاں مسلمان ہیں، ملک اسلام کے نام پر بنا ہے، اس ملک کا آئین اسلامی ہے، تو کیا پانچ فیصد سے کم اقلیتوں کے خوف سے پورا نصاب ہی تبدیل کردیا جائے؟ اقلیت کے خوف سے اکثریت کو اپنے حق سے محروم رکھا جائے۔

۵:- جب کہ اقلیت کے لئے پہلے سے رائج قانون ہے کہ ان کو یہ مضامین پڑھنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اسلامی تعلیم سے ان سے امتحان لیا جائے گا۔

۶:- جب کہ اقلیتیں بھی اس ملک کی ہیں، اگرچہ انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، کیونکہ قرآن کریم ''لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ'' کہہ کر منع کرتا ہے کہ غیرمسلموں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، لیکن اسلامی تعلیم سے روشناس کرانا تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے۔

۷:- کیا ان ۷۴ سالوں میں کبھی کسی غیرمسلم بچے نے یہ کہا کہ: اس پرائمری نصاب میں شامل مضامین کی اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر میں نے اسلام قبول کیا ہے۔

۸:- اردو بحیثیت اردو، انگریزی بحیثیت انگریزی اور معاشرتی معلومات کیا گھوڑوں، گدھوں، بلیوں اور ہندو، سکھ، یا کسی دوسرے ازم سے متعلق شخصیات کے قصہ کہانیوں سے سیکھی جاسکتی ہے اور اسلامی لٹریچر اور اسلامی شخصیات سے نہیں، ایسا تعصب کیوں؟

پرویز مشرف کے دور میں بھی اخبارات میں یہ خبریں آئی تھیں کہ سرکاری اسکول وکالج کی دینیات، اسلامیات، معاشرتی علوم اور جغرافیہ کے نصاب میں تبدیلی کرکے اس سے آیاتِ جہاد، جہاد کے مضامین، مینارِ پاکستان، ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء کی جنگوں کے شہداء کے تذکرے، بھارت سے ممکنہ نفرت پیدا کرنے والے مضامین، قیامِ پاکستان کے بعد ملکی اثاثوں کی تقسیم، مسلمانوں کے قتلِ عام اور مسلمان خواتین کی عصمت دری وبے حرمتی وغیرہ کے موضوعات پر مبنی تمام ابواب نکالے جائیں۔ ''پرانے شکاری نیا جال'' کے مصداق اب یہ رپورٹ سامنے لائی گئی ہے، تاکہ مسلمانوں کا ردِعمل جانچا جائے اور ان اداروں میں چھپے بیرونی ایجنٹ اس تاک میں ہوتے ہیں کہ کوئی خبر آئے اور ہم اس پر عمل کرکے اپنے آقاؤں کو خوش کریں۔

اس پر سوچنے کی ضرورت ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ابھی تک اس کمیشن نے اپنی تیئیں یہ سفارشات مرتب کیں، اور ۳۰ر مارچ ۲۰۲۱ء کو سپریم کورٹ میں جمع کرائیں، لیکن پنجاب کے تعلیمی اداروں میں بیٹھے آلۂ کار اس پر احکامات بھی دینے لگ گئے۔ خبروں میں ہے کہ وزیرِ تعلیم ان ہدایات کی نفی کررہا ہے، لیکن گورنر پنجاب اس نوٹیفکیشن کو روکنے کے احکامات جاری کرتا ہے۔ آخر سچ کیا ہے؟ اور جھوٹ کیا ہے؟

ان حالات میں تمام پاکستانی عوام اور خصوصاً دینی طبقہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ بیدار اور ہوشیار رہ کر ان حالات کے مضمرات پر خوب غوروفکر کرکے اس کے لئے کوئی مستقل اور پائیدار لائحہ عمل بنانے کی کوشش کریں، ورنہ ایسا نہ ہو کہ ہماری غفلت، سستی اور کاہلی کی سزا آنے والی نسلوں کو بھگتنی پڑے، ولافعل اللّٰہ ذٰلک۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیق الا باللّٰہ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلٰی آلہ وصحبہٖ آجمعین

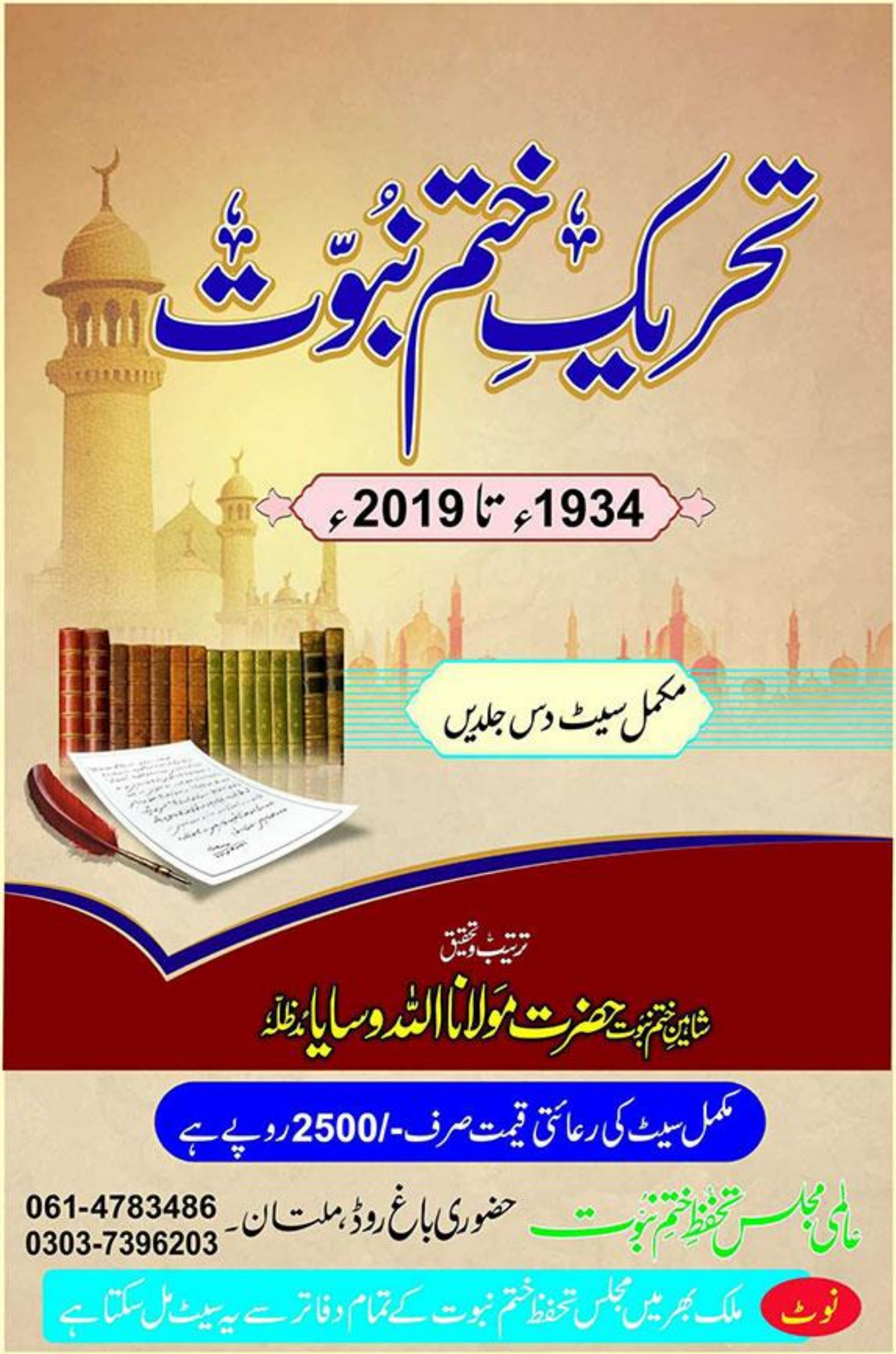
تحریکِ ختمِ نبوّت
1934ء تا 2019ء
مکمل سیٹ دس جلدیں
ترتیب وتحقیق
شاہینِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مکمل سیٹ کی رعائتی قیمت صرف -/2500 روپے ہے
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔
061-4783486
0303-7396203
نوٹ
ملک بھر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام دفاتر سے یہ سیٹ مل سکتا ہے